



جامعہ دارالتقویٰ لاہور کا ترجمان

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

ربیع الاول / ربیع الثانی 1440ھ دسمبر 2018

ننگے سر رہنا اسلامی تہذیب کے خلاف ہے

اپنے رب سے تعلق ایسا ہو

کبھی کبھار بیوی کو ہدیہ یا تحفہ دینے کی نصیحت

حاجی عبدالوہاب صاحب اور دعوت و تبلیغ کی عالمی تحریک

Ghani

Pakistan's No. 1 Glass Brand

GHANI CLEAR



GHANI GREEN



GHANI BROWN



GHANI REFLECTIVE



GHANI TEMPERED



GHANI GREY



GHANI MIRROR



GHANI DOUBLE GLAZED



Ghani Glass Limited

LEADERS IN GLASS

www.ghaniglass.com UAN: 111-949-949

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ

لاہور

ربیع الاول/ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ دسمبر 2018ء

زیر سرپرستی

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہ
حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

جلد نمبر 8 شماره نمبر 3

مدیر

حضرت مولانا اولییس احمد صاحب

مولانا عبدالودود ربانی

مدیر مسئول

مجلس مشاورت

حضرت مولانا عثمان صاحب
حضرت مولانا عامر رشید صاحب
حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب

مفتی محمد اسامہ
مولانا ذوالکفل

مجلس ادارت

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ

متصل جامع مسجد الہلال چوہدری پارک لاہور سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر مئی آرڈر کریں

Email Address
monthlydarultaqwa@gmail.com

فون نمبر: 042-35967905
0321-7771130

طبع: شرکت پرنٹنگ پریس

متصل جامع مسجد الہلال چوہدری پارک لاہور

مقام اشاعت

فہرست

دسمبر 2018ء

ماہنامہ دارالتقویٰ

- | | | |
|----|---------------------------|-----------|
| 5 | ملیر | حرف اولیں |
| 10 | مفتی محمد شفیع عثمانیؒ | درس قرآن |
| 14 | مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب | درس حدیث |

☆☆☆

مقالات و مضامین

☆☆☆

- | | | |
|----|-----------------------------------|---|
| 17 | مولانا محمد عثمان صاحب | اپنے رب سے تعلق ایسا ہو! |
| 24 | عامر یونس | کبھی کبھار بیوی کو بدیہ یا تحفہ دینے کی نصیحت |
| 30 | مولانا قاری حنیف جالندھری | حاجی عبدالوہاب جناب اور دعوت تبلیغی عالمی تحریک |
| 37 | مولانا محمد عبدالقوی | منگے سر رہنا اسلامی تہذیب کے خلاف ہے |
| 43 | شیخ الحدیث مولانا محمد امجد قاسمی | امت میں رائج مہلک منکرات۔۔ ایک جائزہ |
| 53 | مولانا لیتیق احمد | مسکراہٹ اور اس کے آداب |
| 60 | دارالافتاء للتحقیق | آپ کے مسائل کا حل |
| 64 | حضرت حکیم الامتؒ | اعمال قرآنی |
| 65 | مولانا عبدالودود ربانی | جامعہ کے شب و روز |
| 66 | محمد رحیق خفی دیوبند | آہ حاجی عبدالوہابؒ |

اللہ والوں کی رحلت

حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی مظلومانہ شہادت

2 نومبر بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر جمعیت علماء اسلام (س) کے سربراہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحقؒ کو ایک قاتلانہ حملے میں شہید کر دیا گیا۔ مولانا کی مظلومانہ شہادت پر ہر آنکھ اشک بار رہی ہے۔ آپ کی شہادت سے جو خلا پیدا ہوا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی کمی شدت سے محسوس ہوگی۔ موت، دکھ، غم، افسوس اور رنج و الم چھوڑ جاتی ہے۔ لیکن حادثاتی موت کی تکلیف اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ان کا قتل پاکستان کے خلاف گہری سازش ہے، اللہ کریم ان کے درجات بلند کرے۔

دین مبین کے دفاع اور ارض پاک کی حفاظت کے لئے مولانا شہید کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ ملک میں فرقہ واریت نے سر اٹھایا تو انہوں نے آگے بڑھ کر ملی یکجہتی کونسل کی بنیاد رکھی۔ اصلاح معاشرہ اور بھائی چارے کو فروغ دیا۔ بارود، آگ اور خون کے سیل بلا کو روکا، پھر ایم ایم اے کی بنیاد رکھ کر بین المسالک ہم آہنگی کو فروغ دیا۔ آپ کی شخصیت ہر مکتب فکر کے لئے قابل قبول تھی۔ تعصب، عناد، بغض اور عداوت سے کوسوں دور تھے۔ حرب و ضرب کی چالوں سے آشنا ہونے کے باوجود انہوں نے سیاست کو اوڑھنا چھوٹا بنایا۔ باطل طاقتوں کی آنکھوں میں وہ کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے لیکن محافظوں کے لاؤ لشرک کے بغیر چراغ زندگی ہتھیلی پر لئے پھرتے رہے۔ طالبان میں خاصہ اثر و رسوخ رکھنے کے باوجود انہوں نے پولیو قطروں کے حق میں فتویٰ جاری کیا۔ فقہ اصول، عربی ادب، منطق، تفسیر اور حدیث پر انہیں ملکہ حاصل تھا۔

حالات حاضرہ پر باریک اور گہری نظر حاضر جوابی میں لیکتا، الفاظ و عبارت، فصاحت و بلاغت اور زہد و تقویٰ میں انہیں بلند مقام حاصل تھا۔

ہم حکومت وقت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مولانا کے قتل کے اصل محرکات سامنے لائے جائیں اور اس قتل ناحق میں ملوث خفیہ ہاتھوں کو بے نقاب کیا جائے اور انہیں قرار واقعی سزا دی جائے تاکہ نئے نئے اور پرانے پاکستان میں فرق نمایاں ہو سکے۔

داعی کبیر حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب کا سانحہ ارتحال

9 ربیع الاول بمطابق 18 نومبر بروز اتوار کی صبح یہ جاں گساں خبر سننے کو ملی کہ داعی اسلام حاجی عبد الوہاب صاحب انتقال فرما گئے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب کچھ عرصے سے کافی علیل تھے اور مختلف ہسپتالوں میں زیر علاج رہے۔ آپ کی نماز جنازہ راتے ونڈ کے اجتماع گاہ میں ادا کی گئی اور مرکز کے قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔

1922ء کو ان کی پیدائش دہلی میں ہوئی۔ آپ کا آبائی گاؤں گمٹھلہ راجہ تحصیل تھانیر ضلع کرنال انبالہ ڈویژن ہے۔ آپ کا تعلق راجپوت خاندان سے ہے۔ ابتدائی تعلیم انبالہ کے سکولوں میں حاصل کی، اسلامیہ کالج لاہور سے آپ نے گریجویشن کیا۔ میرے والد محترم حاجی گلزار محمد صاحب اور حاجی عبدالوہاب صاحب کا زمانہ طالب علمی سے ہی آپس میں گہرا تعلق تھا۔ اسلامیہ کالج لاہور میں دونوں ساتھی رہے اور ایک ساتھ کالج سے فراغت ہوئی۔ تقسیم ہند سے قبل انہوں نے بطور تحصیلدار فرائض سرانجام دیے۔ 1944 کے آغاز میں تبلیغی مرکز بستی حضرت نظام الدین انڈیا میں موسس تبلیغ و فاضل دارالعلوم دیوبند حضرت جی مولانا محمد الیاس کاندھلوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہی کے ہورہے۔ اصلاحی تعلق مولانا عبدالقادر رائے پوری علیہ الرحمہ سے تھا اور ان سے خاندانی تعلق بھی تھا انہوں نے تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ تھے۔ ہجرت کے بعد آپ پاکستان میں ضلع وہاڑی کی تحصیل بورے والا کے چک نمبر EB/331 ٹوپیاں والا میں آباد ہوئے۔ حضرت مولانا الیاس کاندھلوی کے زمانہ سے ہی دعوت و تبلیغ کی محنت سے جڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی دعوت و تبلیغ کے لیے وقف کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت مقبولیت عطا فرمائی تھی۔ تبلیغی

جماعت کے تیسرے امیر مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی وفات پر تبلیغی جماعت میں شورائی نظام نافذ ہونے کے بعد سے حاجی عبدالوہاب صاحب تبلیغی مرکز پاکستان کی شورئی کے امیر اور عالمی شورئی کے رکن تھے۔ سنہ 1944 سے لے کر 2018 تک 75 سال تبلیغ میں سرگرمی سے گزارنے کے بعد حضرت حاجی صاحب نے رائے ونڈ میں 96 سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

حاجی عبدالوہاب صاحب رات کو سوتے وقت موت سرہانے رکھ کر سوتے اور صبح اٹھ کر موت کو سامنے رکھتے۔ انھوں نے اپنی آخری تقریر میں توبہ کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے حاضرین سے بھی توبہ کرائی اور امت کو بھی اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ توبہ بہترین عمل ہے۔ ان کی زندگی مسلمانوں کے لیے قابل تقلید ہے اور ان کے بیانات اور تقریروں پر عمل کر کے مسلمان دنیا اور آخرت میں سرخروئی حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد جمیل صاحبؒ کی رحلت

مورخہ 26 نومبر بروز پیر تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے امام و خطیب حضرت مولانا محمد جمیل صاحب بھی مختصر علالت کے بعد اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مولانا مرحوم حضرت حاجی صاحبؒ کے دیرینہ ساتھیوں میں سے تھے اور تبلیغی مرکز کے مدرسہ عربیہ کے بڑے اساتذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ انہوں نے پچیس برس تک تبلیغی مرکز کی مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ مولانا مرحوم کی عمر 73 برس تھی، پنڈال میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور مرکز کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

بھائی محمد اسحاق پٹیل صاحبؒ کا انتقال

بھائی محمد اسحاق پٹیل صاحب جو کہ انگلینڈ کے تبلیغی مرکز کی شورئی کے سرگرم رکن تھے۔ حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کی تعزیت کے لئے خصوصی طور پر انگلینڈ سے تشریف لائے تھے۔ 26 نومبر کی رات کو حرکت قلب بند ہونے پر راینونڈ مرکز میں انتقال فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) مرحوم و مغفور کی نماز جنازہ راینونڈ اجتماع کے میدان میں اداء کی گئی اور راینونڈ مرکز کے قبرستان میں تدفین کی گئی۔

ہم دعا گو ہیں کہ باری تعالیٰ ان تمام بزرگ ہستیوں کی دینی، علمی و تبلیغی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے ان کے درجات بلند فرمائے ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائے لواحقین، پسماندگان

متوسلین، معتقدین اور محبین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ امت کو ان کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را!!

قارئین! یہ دنیا فانی ہے، ختم ہونے والی ہے، ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ خالق کائنات نے ہر جاندار کے لئے موت کا وقت اور جگہ متعین کر دی ہے اور موت ایسی شے ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، نیک ہو یا گنہگار موت کو یقینی مانتا ہے۔ بڑی بڑی مادی طاقتیں اور مشرق سے مغرب تک قائم ساری حکومتیں موت کے سامنے عاجز و بے بس ہو جاتی ہیں۔ موت بندوں کو ہلاک کرنے والی، بچوں کو یتیم کرنے والی، عورتوں کو بیوہ بنانے والی، دلوں کو تھرانے والی، آنکھوں کو رلانے والی، بستوں کو اجاڑنے والی، جماعتوں کو منتشر کرنے والی، لذتوں کو ختم کرنے والی، امیدوں پر پانی پھیرنے والی، دنیاوی ظاہری سہاروں کو ختم کرنے والی، ظالموں کو جہنم کی وادیوں میں جھلسانے والی اور متقیوں کو جنت کے بالا خانوں تک پہنچانے والی شے ہے۔ موت نہ چھوٹوں پر شفقت کرتی ہے، نہ بڑوں کی تعظیم کرتی ہے۔ انسان کتنی بھی بلند یوں پر پہنچ جائے اور کتنی بھی کامیابیاں حاصل کر لے ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ اسے موت کا جام پینا پڑے گا۔ ہر شخص کا دنیاوی سفر ایک دن ختم ہو جائے گا، یعنی اس کو موت آجائے گی۔ پوری کائنات میں سب سے افضل و اعلیٰ مخلوق انبیاء کرام کو بھی اس مرحلہ سے گزرنا پڑا ہے۔ اس لئے بزرگوں کا کہنا ہے کہ عقل مند شخص وہ ہے جو مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کر لے۔

الحمد للہ! ہم ابھی بقید حیات ہیں اور موت کا فرشتہ ہماری جان نکالنے کے لئے کب آجائے، معلوم نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ امور سے قبل پانچ امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بڑھاپا آنے سے قبل جوانی سے۔ مرنے سے قبل زندگی سے۔ مشغولیت سے پہلے فرصت سے، غربت آنے سے قبل مال سے۔ بیماری سے قبل صحت سے۔ لہذا ہمیں توبہ کر کے نیک اعمال کی طرف سبقت کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ“۔ (سورۃ النور ۳۱) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: کہہ دو کہ: ”اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی

ہے، یعنی گناہ کر رکھے ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقین جانو اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (سورہ الزمر ۵۳)

موت کو کثرت سے یاد کرنے والوں کو اللہ کی جانب سے مذکورہ اعمال کی توفیق ہوتی ہے (۱) گناہوں سے توبہ نصیب ہوتی ہے۔ (۲) گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے۔ (۳) سخت دل نرم ہو جاتا ہے اور وقتاً فوقتاً آنکھوں سے آنسو بہہ جاتے ہیں۔ (۴) دل قناعت پسند بن جاتا ہے۔ (۵) عبادت میں نشاط پیدا ہوتی ہے۔ (۶) بہت ساری دشواریاں آسان ہو جاتی ہیں۔ (۷) لمبی لمبی امیدیں اور امنگیں کم ہو جاتی ہے۔ (۸) تواضع اور انکساری پیدا ہوتی ہے جس سے انسان دوسروں پر ظلم کرنے اور کبر کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ (۹) اخروی زندگی یاد رہتی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ (ترمذی) موت کو یاد کرنے کے چند اسباب یعنی وہ اعمال جن سے موت یاد آتی ہے، یہ ہیں: (۱) وقتاً فوقتاً قبرستان جانا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبروں کی زیارت کیا کرو، اس سے تمہیں آخرت یاد رہے گی۔ (۲) مُردوں کو غسل دینا یا اُن کے غسل کے وقت حاضر رہنا۔ (۳) اگر موقع میسر ہو تو انتقال کرنے والے شخص کے آخری لمحات دیکھنا اور اُن کو کلمہ شہادت کی تلقین کرنا۔ (۴) جنازہ میں شرکت کرنا۔ (۵) پیاروں اور بوڑھوں سے ملاقات کرنا۔ (۶) آندھی، طوفان اور زلزلے کے وقت انسانوں کی کمزوری اور اللہ تعالیٰ کی طاقت و قوت کا اعتراف کرنا۔ (۷) پہلی امتوں کے واقعات پڑھنا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مرنے سے قبل مرنے کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں دونوں جہاں کی کامیابی و کامرانی سے نوازے، آمین۔

والسلام

اولیں احمد

درس قرآن

مفتی محمد شفیعؒ

خسارے سے بچنے کا عمل

... سورة العصر آیت نمبر 1 تا 3

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝
وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

ترجمہ:

”قسم ہے عصر کی مقرر انسان ٹوٹے میں ہے مگر جو لوگ کہ یقین لائے اور کئے بھلے کام اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی اور آپس میں تاکید کرتے رہے نکل کی۔“

معارف و مسائل

سورة العصر کی خاص فضیلت :- حضرت عبید اللہ بن حصن فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے دو شخص ایسے تھے کہ جب وہ آپس میں ملتے تھے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ان میں سے ایک دوسرے کے سامنے سورہ والعصر نہ پڑھ لے (رواہ البطرنی) اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر لوگ صرف اسی سورت میں تدبر کر لیتے تو یہی ان کے لئے کافی تھی (ابن کثیر)

اس صورت میں حق تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ نوع انسان بڑے خسارے میں ہے اور اس خسارے سے مستثنیٰ صرف وہ لوگ ہیں جو چار چیزوں کے پابند ہوں۔ ایمان، عمل صالح، دوسروں کو حق کی نصیحت و وصیت اور صبر کی وصیت، دنیا و دنیا کے خسارے سے بچنے اور نفع عظیم حاصل کرنے کا یہ قرآنی نسخہ چار

اجزاء سے مرکب ہے جن میں پہلے دو جز اپنی ذات کی اصلاح کے متعلق ہیں اور دوسرے دو جز دوسرے مسلمانوں کی ہدایت و اصلاح سے متعلق ہیں۔

یہاں پہلی بات یہ غور طلب ہے کہ اس مضمون کے ساتھ زمانے کو کیا مناسبت ہے جس کی قسم کھائی گئی کیونکہ قسم اور جواب قسم میں باہم مناسبت ضرور ہوتی ہے۔ عام حضرات مفسرین نے فرمایا کہ انسان کے تمام حالات اس کا نشوونما اس کی حرکات سکنت، اعمال، اخلاق سب زمانے کے اندر ہوتے ہیں۔ جن اعمال کی ہدایت اس سورت میں دی گئی ہے وہ بھی اسی زمانے کے لیل و نہار میں ہوں گے اس کی مناسبت سے زمانہ کی قسم اختیار کی گئی۔

زمانے کو نوع انسانی کے خسارے میں کیا دخل ہے:- اور توضیح اس کی یہ ہے کہ انسان کی عمر کا زمانہ اس کے سال اور مہینے اور دن رات بلکہ گھنٹے اور منٹ اگر غور کیا جائے تو یہی اس کا سرمایہ ہے جس کے ذریعہ وہ دنیا و آخرت کے منافع عظیمہ عجیبہ بھی حاصل کر سکتا ہے اور عمر کے اوقات اگر غلط اور برے کاموں میں لگا دیئے تو یہی اس کے لئے وبال جان بھی بن جاتے ہیں، بعض علماء نے فرمایا ہے۔

حیاتک انفاست تعد فکلما مضی نفس منها انتقصت بہ جزای

یعنی تیری زندگی چند گنے ہوئے سانسوں کا نام ہے۔ جب ان میں سے ایک سانس گزر جاتا ہے تو تیری عمر کا ایک جز کم ہو جاتا ہے حق تعالیٰ نے ہر انسان کو اس کی عمر کے اوقات عزیز کا بے بہا سرمایہ دے کر ایک تجارت پر لگایا ہے کہ وہ عقل و شعور سے کام لے اور اس سرمایہ کو خلاص نفع بخش کاموں میں لگائے تو اس کے منافع کی کوئی حد نہیں رہتی اور اگر اس کے خلاف کسی مضرت رساں کام میں لگا دیا تو نفع کی تو کیا امید ہوتی یہ اس المال بھی ضائع ہو جاتا ہے اور صرف اتنا ہی نہیں کہ نفع اور رساں المال ہاتھ سے جاتا رہا۔ بلکہ اس پر سینکڑوں جرائم کی ساعاندہ ہو جاتی ہے اور کسی نے اس سرمایہ کو نہ کسی نفع بخش کام میں لگایا نہ مضرت رساں میں تو کم از کم یہ خسارہ تو لازمی ہی ہے کہ اس کا نفع اور رساں المال دونوں ضائع ہو گئے اور یہ کوئی شاعرانہ تمثیل ہی نہیں بلکہ ایک حدیث مرفوعہ سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

یعنی ہر شخص جب صبح اٹھتا ہے تو اپنی جان کا سرمایہ تجارت پر لگاتا ہے پھر کوئی تو اپنے اس سرمایہ کو خسارہ سے آزاد کر لیتا ہے اور کوئی ہلاک کر ڈالتا ہے۔

خود قرآن کریم نے بھی ایمان و عمل صالح کو انسان کی تجارت کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے هل ادتکم علی

تجارة نجحکم من عذاب الیم اور جب زمانہ عمر انسان کا سرمایہ ہو اور انسان اس کا تاجر تو عام حالات میں اس تاجر کا خسارہ میں ہونا اس لئے واضح ہے کہ اس مسکین کا سرمایہ کوئی مُجد چیز نہیں جس کو کچھ دن بیکار بھی رکھا تو اگلے وقت میں کام آسکے بلکہ یہ سیال سرمایہ ہے جو ہر منٹ ہر سیکنڈ بہ رہا ہے اس کی تجارت کرنے والا بڑا ہوشیار مستعد آدمی چاہئے جو بہتی ہوئی چیز سے نفع حاصل کرے۔ اسی لئے ایک بزرگ کا قول ہے کہ وہ برف بیچنے والے کی دکان پر لگے تو فرمایا کہ اس کی تجارت کو دیکھ کر سورہ والعصر کی تفسیر سمجھ میں آگئی کہ یہ ذرا بھی غفلت سے کام لے تو اس کا سرمایہ پانی بن کر ضائع ہو جائے گا اس لئے اس ارشاد قرآنی میں زمانے کی قسم کھا کر انسان کو اس پر متوجہ کیا ہے کہ خسارے سے بچنے کے لئے جو چار اجزاء سے مرکب نسخہ بتلایا گیا ہے اس کے میں ذرا غفلت نہ برتے۔ عمر کے ایک ایک منٹ کی قدر پہچان اور ان چار کاموں میں اس کو مشغول کر دے۔

زمانہ کی قسم کی ایک مناسبت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی جائے وہ ایک حیثیت سے اس معاملہ کے شاہد کے قائم مقام ہوتی ہے اور زمانہ ایسی چیز ہے کہ اگر اس کی تاریخ اور اس میں قوموں کے عروج و نزول کے بھلے برے واقعات پر نظر کرے گا تو ضرور اس یقین پر پہنچ جائے گا کہ صرف یہ چار کام ہیں جن میں انسان کی فلاح و کامیابی منحصر ہے جس نے ان کو چھوڑا وہ خسارہ میں پڑا دنیا کی تاریخ اس کی گواہ ہے۔ آگے ان چاروں اجزاء کی تشریح یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح جو خود انسان کی ذات سے متعلق ہیں ان کا معاملہ واضح ہے کسی تشریح کا محتاج نہیں البتہ آخری دو جز یعنی تواصی بالحق اور تواصی بالصبر یہ قابل غور ہیں کہ ان سے کیا مراد ہے۔ لفظ تواصی وصیت سے مشتق ہے کسی شخص کو تاکید کے ساتھ مؤثر انداز میں نصیحت کرنے اور نیک کام کی ہدایات کرنے کا نام وصیت ہے اسی وجہ سے مرنے والا جو اپنے عبد کے لئے کچھ ہدایات دیتا ہے اس کو بھی وصیت کہا جاتا ہے۔

یہ دو جز درحقیقت اسی وصیت کے دو باب ہیں۔ ایک حق کی وصیت دوسرے صبر کی وصیت، اب ان دونوں لفظوں کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ حق سے مراد عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کا مجموعہ ہو اور صبر کے معنی تمام گناہوں اور برے کاموں سے بچنا ہو تو پہلے لفظ کا حاصل المر بالمعروف ہو گیا یعنی نیک کاموں کا حکم کرنا اور دوسرے کا حاصل نہی عن المنکر ہو گیا یعنی برے کاموں سے روکنا، اس مجمعہ کا حاصل پھر وہی ایمان اور عمل صالح جس کو خود اختیار کیا ہے اس کی تاکید و نصیحت دوسروں کو کرنا ہو گیا اور ایک احتمال یہ ہے کہ حق سے مراد اعتقادات حقہ لئے جائیں اور صبر کے مفہوم میں تمام اعمال صالح کی پابندی بھی ہو اور برے

کاموں سے بچنا بھی کیونکہ لفظ صبر کے حقیقی معنی اپنے نفس کو روکنے اور پابند بنانے کے ہیں۔ اس پابندی میں اعمال صالحہ بھی آگئے اور گناہوں سے اجتناب بھی۔

اور حافظ ابن تیمیہ نے اپنے کسی رسالے میں فرمایا کہ انسان کو ایمان اور عمل صالح سے روکنے والی عادتاً دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک شبہات یعنی اس کو ایمان و عمل صالح میں کچھ نظری اور فکری شبہات پیدا ہو جائیں۔ جن کے سبب عقائد ہی مختلف ہو جائیں اور عقائد کے مختلف ہونے سے عمل صالح کا خلل پذیر ہونا خود ظاہر ہے۔ دوسرے شہوات یعنی خواہشات نفسانی جو انسان کو بعض اوقات نیک عمل سے روک دیتی ہیں اور بعض اوقات برے اعمال میں مبتلا کر دیتی ہیں اگرچہ وہ نظری اور اعتقادی طور پر نیکی پر عمل اور برائی سے بچنے کو ضروری سمجھتا ہو مگر نفسانی خواہشات اس کے خلاف ہوں اور وہ ان خواہشات سے مغلوب ہو کر سیدھا راستہ چھوڑ بیٹھے تو آیت مذکور میں وصیت حق سے مراد یہ ہے کہ شبہات کو دور کرے اور وصیت صبر سے مراد یہ کہ نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر اچھے اعمال اختیار کرنے کی ہدایت کرے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وصیت بالحق سے مراد دوسرے مسلمانوں کی علمی اصلاح ہے اور وصیت بالصبر سے مراد عملی اصلاح۔

نجات کے لئے صرف اپنے عمل کی اصلاح کافی نہیں بلکہ دوسرے مسلمانوں کی فکر بھی ضروری ہے:-
اس سورت نے مسلمانوں کو ایک بڑی ہدایت یہ دی کہ ان کا صرف اپنے عمل کو قرآن و سنت کے تابع کر لینا جتنا اہم اور ضروری اتنا ہی اہم یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ایمان اور عمل صالح کی طرف بلانے کی مقدر و بھر کوشش کرے ورنہ صرف اپنا عمل نجات کے لئے کافی نہ ہوگا، خصوصاً اپنے اہل و عیال اور احباب و متعلقین کے اعمال سیدھے سے غفلت برتنا اپنی نجات کا راستہ بند کرنا ہے اگرچہ خود وہ کیسے ہی اعمال صالحہ کا پابند ہو، اسی لئے قرآن و حدیث میں ہر مسلمان پر اپنی نجات کا راستہ بند کرنا ہے اگرچہ خود وہ کیسے ہی اعمال صالحہ کا پابند ہو، اسی لئے قرآن و حدیث میں ہر مسلمان پر اپنی اپنی مقدرت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کیا گیا ہے۔ اس معاملے میں عام مسلمان بلکہ بہت سے خواص تک غفلت میں مبتلا ہیں، خود عمل کرنے کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں، اولاد و عیال کچھ بھی کرتے رہیں اس کی فکر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس آیت کی ہدایت پر عمل کی توفیق نصیب فرمادیں۔



درس حدیث

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب

رئیس الافتاء جامعہ دارالتقویٰ

نکاح مسنون

عورتوں اور بچوں کا شادی میں شریک ہونا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ أَبُو بَصْرٍ النَّبِيُّ وَاللَّهِ وَسَلَّمَ نَسِئًا وَصَبِيئًا مُقْبِلِينَ مِنْ عُرْسٍ

فَقَامَ مُمْتَنًا فَقَالَ أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ۔ (بخاری)

حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے (انصار کی) کچھ عورتوں اور بچوں کو ایک شادی سے (واپس) آتے دیکھا تو آپ ان پر مہربانی کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا تم (انصار) مجھے سب سے زیادہ محبوب لوگوں میں سے ہو۔

فائدہ: چند ایک قریبی رشتہ داروں کی سادگی اور پردے کے ساتھ شریک ہونا تو ثابت ہوا لیکن اس کا ہمارے زمانے کی بے اعتدالیوں اور اسراف اور حد و شرعیہ سے تجاوز کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

لڑکی اگر بالغ ہو تو نکاح کرنے میں اس کی اجازت ضروری ہے

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بالغ بے نکاحی عورت (جو پہلے شوہر کے ساتھ رہ چکی ہو اس) کا نکاح نہیں کیا جائے گا جب تک اس سے صریح زبانی اجازت نہ لے لی جائے اور (بالغ) کنواری لڑکی کا نکاح نہیں کیا جائے گا جب تک اس کی اجازت نہ لے لی جائے۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ کنواری کی اجازت کیونکر حاصل ہوگی (کیونکہ وہ تو شرم و حیا کی وجہ سے بولتی ہی نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا اس کا خاموش رہنا (ہی اس کی طرف سے اجازت شمار ہوگا)۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ وَاللَّهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا يُمْ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا بالغ بے نکاحی عورت اپنے ولی کے مقابلہ میں اپنے آپ کی زیادہ مالک ہے (اور ولی جہاں اس کا رشتہ کرنا چاہتا ہے عورت کو اختیار ہے کہ چاہے تو اس کو قبول کرے اور چاہے رد کر دے، اس کا ولی اس پر زبردستی نہیں کر سکتا)۔

عَنْ خُنْسَاءِ بِنْتِ خَدَّامٍ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ تَيْبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَاتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَرَدَّ

نِكَاحَهَا (بخاری)

حضرت خنساء بنت خدام رضی اللہ عنہا جو پہلے شوہر کے ساتھ رہ چکی تھیں ان سے روایت ہے کہ ان کے والد نے (ان کی اجازت کے بغیر) ان کا (دوسرا) نکاح کر دیا۔ ان کو یہ رشتہ پسند نہ تھا۔ تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آ کر قصہ سنایا تو آپ ﷺ نے ان کے نکاح کو رد کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور ذکر کیا کہ اس کے والد نے اس کی ناپسندیدگی کے باوجود اس کا نکاح کر دیا ہے تو نبی ﷺ نے اس کو اختیار دیا (کہ وہ چاہے تو نکاح باقی رکھے اور چاہے تو نکاح رد کر دے) (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک جوان لڑکی نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے والد نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے اس لئے کیا ہے تاکہ میری وجہ سے وہ اپنے گھرے ہوئے درجہ سے بلند ہو جائے (حالانکہ میں اس رشتہ پر راضی نہیں تھی) رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکی کو اختیار دیا (کہ وہ چاہے تو نکاح قبول کرے اور چاہے تو نکاح کو رد کر دے) اس پر اس لڑکی نے کہا میرے والد نے جو کیا میں اس کو برقرار رکھتی ہوں اور (یہاں آ کر شکایت کرنے سے) میری غرض یہ تھی کہ عورتیں جان لیں کہ بیٹیوں کے نکاح کے معاملہ میں باپوں کو کچھ زور حاصل نہیں ہے۔ (نسائی)۔

بالغ عورت کا اپنا نکاح خود کرنا

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ أَيَّمَا امْرَأَةٍ نَكَحْتُ بِغَيْرِ إِذْنٍ وَلِيِّهَا فَبِكَاحِهَا بَاطِلٌ

فَبِكَاحِهَا بَاطِلٌ (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی عورت (اپنے کفو میں نکاح کرنا چاہے تو چونکہ ولی کے پاس اس پر اعتراض کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور وہ اس کو تسلیم کرنے پر

مجبور ہے لہذا ولی کی اجازت دلالتاً موجود سمجھی جائے گی۔ لہذا جو عورت ولی کے بغیر اپنا نکاح خود ہی کفو میں کر لے تو وہ ولی کی اجازت ہی سے سمجھا جائے گا۔ اور جو نکاح عورت غیر کفو میں کرنا چاہے تو چونکہ ولی اس پر اعتراض کر سکتا ہے لہذا جو عورت (اپنے ولی کی (صریح یا دلالتاً) اجازت کے بغیر خود ہی (غیر کفو میں) نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے (کہ منعقد ہی نہیں ہوتا)۔

فائدہ: مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو عورت ولی کے بغیر اپنا نکاح کفو میں خود ہی کر لے اس کا نکاح ہو جاتا ہے۔ اس مضمون کے ہوتے ہوئے مندرجہ ذیل حدیث کا مطلب سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيِّ (ترمذی و ابو داؤد)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا نکاح (کی خوبی) ولی کے بغیر نہیں (کیونکہ انسانی معاشرے میں یہ بات بجا طور پر بے حیائی کی سمجھی جاتی ہے کہ عورت خود ہی اجنبیوں سے رابطے کر کے اپنا نکاح کرے)

کفو یعنی برابری

حضرت علی المرتضیٰؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزوں میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے ایک بے نکاحی عورت (کے نکاح) میں (تاخیر نہ کرو) جبکہ تم اس کا کفو (یعنی جوڑ) پاؤ۔ (ترمذی)

ولی کی اجازت سے کسی خوبی کی بنا پر غیر کفو میں نکاح جائز ہے

حکم بن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو ایک انصاری خاندان کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان میں (اپنے لئے) پیغام نکاح دیں۔ (حضرت بلال نے جب جا کر ان کو پیغام نکاح دیا) تو وہ کہنے لگے یہ تو حبشی غلام ہیں (ان کا اور ہمارا کیا جوڑ؟ یہ سن کر) حضرت بلالؓ نے کہا اگر نبی ﷺ نے مجھے تمہارے پاس آنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں کبھی (پیغام نکاح لے کر) تمہارے پاس نہ آتا۔ انہوں نے پوچھا کیا نبی ﷺ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں (اس پر) انہوں نے کہا (رسول اللہ ﷺ کا فرمان سر آنکھوں پر) بس آپ تو اس رشتے کے مالک بن گئے (اور ہم اس نکاح پر تیار ہیں)۔ (ابی داؤد)



حضرت مولانا محمد عثمان مدظلہ

نائب مہتمم جامعہ دارالتقویٰ

اپنے رب سے تعلق ایسا ہو!

دوسری قسط

حضرت محمد ﷺ کی مسلسل محنت اور تگ و دو سے صحابہ کرام کا تعلق اللہ پاک کے ساتھ ایسا بن گیا کہ ان حضرات کو براہ راست اللہ پاک سے لینا آ گیا اور بعض حضرات کا تعلق مع اللہ ایسا تھا کہ اگر یہ حضرات کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے پر اللہ کی قسم کھا لیتے تو اللہ پاک ان کی قسموں کو ضرور پورا کر دیتے۔ اس بات کو حدیث پاک میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ بہت سے بکھرے ہوئے بالوں والے غبار آلود لوگ جن کو لوگ اپنے دروازوں سے بٹھا دیں اور ان کی پرواہ بھی نہ کریں، ایسے ہیں کہ اگر اللہ جل شانہ، پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ان کی بات کو پورا کرے۔ (مسلم شریف)

ذیل میں صحابہ کرام اور ان کے ضمن میں تابعین کے اسی نوعیت کے چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں:

1۔ حضرت خولہؓ جو کہ حضرت اوس بن صامتؓ کے نکاح میں تھیں جو بوڑھے ہو چکے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے اپنی اہلیہ کو یہ کہہ دیا کہ: ”تم میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح ہو“ (یعنی میں نے تم کو اپنے اوپر ماں کی پشت کی طرح حرام کر لیا ہے) جب کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ جملہ کہہ دے تو اسی کو ظہار کہتے ہیں۔ اسلام سے پہلے ظہار کے نتیجے میں میاں بیوی ہمیشہ کیلئے جدا ہو جایا کرتے تھے اور ان کے ملاپ کا کوئی راستہ نہیں رہتا تھا۔ اگرچہ حضرت اوس بن صامتؓ یہ جملہ جذبات میں آ کر کہہ تو گئے تھے لیکن بعد

میں شرمندہ ہوئے تو یہ خاتون پریشان ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور آپ سے پوچھا کہ اس صورت حال کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس سلسلے میں ابھی میرے پاس کوئی حکم نہیں آیا اور یہ شبہ ظاہر فرمایا کہ شاید تم اپنے شوہر کیلئے حرام ہو چکی ہو۔ اس پر حضرت خولہؓ نے بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ”میرے شوہر نے مجھ سے طلاق کا کوئی لفظ نہیں کہا“ ان کے اسی بار بار کہنے کو آیت میں بحث کرنے سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے فریاد شروع کر دی کہ: ”یا اللہ! میں آپ سے فریاد کرتی ہوں کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جو ضائع ہو جائیں گے“ پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر بار بار کہتی ہی رہیں کہ: یا اللہ! میں آپ سے فریاد کرتی ہوں۔“ ابھی وہ یہ فریاد کر رہی تھیں کہ یہ آیت نازل ہو گئیں جن میں ظہار کا حکم اور اس سے رجوع کرنے کا طریقہ بتلایا گیا۔ تفسیر ابن کثیر: سورۃ مجادلہ: آیت نمبر (1)

2- حضرت معتقل بن یسارؓ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے اصفہان کی طرف لشکر کشی کا ارادہ فرمایا چنانچہ آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور حضرت نعمان بن مقرنؓ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ حضرت نعمان بن مقرن نماز پڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے اپنی نماز پوری پڑھ لی تو ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تم کو اپنا عامل بنانا چاہتا ہوں۔ تو حضرت نعمانؓ نے فرمایا کہ مال جمع کرنے والا عامل تو میں بننا نہیں چاہتا ہوں البتہ جان دینے والا عامل بننے کو تیار ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جان دینے والا عامل بنانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کو اصفہان (لشکر کا امیر بنا کر) بھیجا۔ آگے اور حدیث ذکر کی۔ پھر یہ مضمون ہے کہ حضرت مغیرہؓ نے حضرت نعمانؓ سے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ لوگوں پر (دشمن کی طرف سے) تیزی سے (تیر) آرہے ہیں۔ اس لیے آپ (دشمن پر جوابی) حملہ کر دیں حضرت نعمانؓ نے کہا اللہ کی قسم! آپ تو بہت سے فضائل و مناقب والے ہیں میں کئی جنگوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوا ہوں۔ (تو آپ کی عادت شریفہ یہ تھی) کہ دن کے شروع میں لڑائی نہیں کرتے تھے بلکہ لڑائی کو موخر فرماتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا، ہوائیں چل پڑتیں اور مدد اترنے لگتی۔ پھر حضرت نعمانؓ نے فرمایا میں اپنے جھنڈے کو تین مرتبہ ہلاؤں گا جب پہلی مرتبہ ہلاؤں تو ہر آدمی قضائے حاجب سے فارغ ہو کر وضو کر لے

اور جب دوسری مرتبہ ہلاؤں، تو ہر آدمی اپنے ہتھیار اور تسے وغیرہ کو دیکھ کر ٹھیک کر لے۔ پھر جب تیسری مرتبہ ہلاؤں، تو تم سب حملہ کر دینا اور کوئی بھی کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو۔ حتیٰ کہ اگر نعمان بھی قتل ہو جائے تو کوئی اس کی طرف متوجہ نہ ہو اور اب میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تم میں سے ہر آدمی اس پر ضرور آمین کہے۔ اس کی میری طرف سے پوری تاکید ہے پھر یہ دعا مانگی اے اللہ! آج نعمان کو شہادت کی موت نصیب فرما اور مسلمانوں کی مدد فرما اور انہیں فتح نصیب فرما۔ پھر اپنا جھنڈا پہلی مرتبہ ہلایا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری مرتبہ ہلایا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد تیسری مرتبہ ہلایا۔ پھر اپنی زرہ پہنی پھر انہوں نے حملہ کر دیا اور سب سے پہلے زخمی ہو کر زمین پر گرے۔ حضرت معقلؓ فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا لیکن مجھے ان کی تاکید یاد آگئی۔ اس لئے میں ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ البتہ ان کے پاس ایک نشانی رکھ کر چلا گیا اور جب ہم (دشمن کے) کسی آدمی کو قتل کرتے تو اس کے ساتھی ہم سے لڑنا چھوڑ کر اسے اٹھا کر لے جانے میں لگ جاتے اور دشمن کا سردار ذواحاجین اپنے خچر سے بری طرح گرا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی پھر میں حضرت نعمان کے پاس آیا۔ ابھی کچھ جان ان میں باقی تھی اور میرے پاس ایک برتن میں پانی تھا جس سے میں نے ان کے چہرے سے مٹی کو دھویا تو انہوں نے پوچھا کون ہو؟ میں نے کہا معقل بن یسار۔ پھر انہوں نے پوچھا مسلمانوں کا کیا ہوا؟ میں نے کہا اللہ نے ان کو فتح نصیب فرمادی۔ انہوں نے کہا الحمد للہ یہ بات حضرت عمرؓ کو لکھ کر بھیج دو اور پھر ان کی روح پرواز کر گئی۔

3- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ہلالؓ بن امیہ نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہلالؓ کو فرمایا کہ گواہ لاؤ یا آپ پر حد جاری کی جائے گی۔ ہلالؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! جب آدمی اپنی بیوی پر کسی اور کو پائے تو کیا وہ گواہ تلاش کرتا پھرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ قائم کرو۔ ورنہ تم پر حد قائم کی جائے گی۔ حضرت ہلالؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں سچا ہوں اور اللہ پاک مجھ پر حد کو جاری نہ ہونے دیں گے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ والذین یرمون ازواجہم۔۔۔۔۔ وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں تلاوت کرنا

شروع کیں یہاں تک کہ ان کان من الصادقین تک پہنچے۔ حضرت ہلالؓ آئے اور گواہی دی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک جانتے ہیں کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے۔ پھر حضرت ہلالؓ کی بیوی کھڑی ہوئی اور لعان کیا جب پانچویں گواہی پر پہنچی آپ ﷺ نے روکا اور فرمایا پانچویں گواہی واجب کرنے والی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ عورت ٹھہر گئی اور ہٹی حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ پھر جائے گی۔ پھر اس عورت نے کہا میں اپنی قوم کو عمر بھر رسوا نہیں کروں گی وہ چلی گئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا دیکھتے رہو اس عورت کو اگر یہ سرگین آنکھوں والا اور بھاری سہیوں والا اور موٹی پنڈلیوں والا بچہ لائی وہ شریک بن سماء کا ہے۔ وہ عورت اسی طرح کا بچہ لائی جس طرح کا نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا۔ خیر حضرت ہلالؓ نے اللہ پاک کی قسم کھائی تھی کہ اللہ پاک مجھ پر حد جاری نہ ہونے دے گا۔ تو اللہ پاک نے ان کی قسم کی لاج رکھی اور قرآن پاک نازل فرمایا۔

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ویدروا عنها العذاب ح 4747)

4- حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ آیت لکھوائی ”لا یستوی القاعدون من المؤمنین والمجاہدون فی سبیل اللہ“ جن مسلمانوں کو کوئی معذوری لاحق نہ ہو اور وہ (جہاد میں جانے کی بجائے گھر میں) بیٹھ رہیں۔ وہ اللہ کے راستے میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں ہیں۔

ابھی آپ ﷺ یہ آیت لکھوا رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ م خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم اگر میں جہاد کر سکتا تو ضرور کرتا۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ نابینا صحابی تھے تو اللہ پاک نے پھر آیت کریمہ میں چند الفاظ اور نازل فرمادیئے۔ یعنی غیر اولی الضرر جس کا مطلب یہ ہے کہ قائدین سے غیر معذور لوگ مراد ہیں جو طاقت اور استطاعت کے باوجود جہاد میں شریک نہیں کرتے، جو معذور ہوں وہ مستثنیٰ ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، ح 4593)

5- حضرت عائشہؓ اپنے اوپر لگائی گئی تہمت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو مجھے ایک مہینہ تک بخار رہا، ادھر مجھ پر بہتان تراشی کرنے والوں کا مدعا زبان زد عام تھا (جس کا

مجھے علم تک نہ تھا) لیکن ایک بات دل میں کھٹکتی تھی کہ میرے بیمار ہونے پر حضور ﷺ کی جو عنایات مجھ پر ہوا کرتی تھیں وہ کہیں نظر نہیں آرہی تھیں، آپ گھر تشریف لاتے، سلام کر کے بس اتنا پوچھتے کہ کیا حال ہے، میں اس سے کچھ سمجھ نہ پاتی کہ کیا معاملہ ہے، یہاں تک کہ (آپ ﷺ کے اس اعراض کی وجہ سے) میں نڈھال ہو چکی تھی۔

ایک رات میں اور ام مسطح قضائے حاجت کے لیے مناصح (ایک جگہ کا نام ہے) کی طرف نکلے، ہم عورتیں رات گئے ہی وہاں جایا کرتی تھیں، یہ اس وقت کی بات ہے، جب ہم نے بیت الخلا گھروں کے نزدیک نہ بنائے تھے اور اس معاملے ہمارا طریقہ قدیم عربوں کی طرح آبادی سے دور جانے کا تھا، ہم راستے میں جا رہے تھے کہ ام مسطح اپنی چادر میں الجھ کر گریں اور ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا: ”مسطح کا ستیا ناس ہو (مسطح ان کے بیٹے کا نام تھا) میں نے کہا: یہ تو بہت بُری بات ہے کہ آپ ایسے آدمی کو برا کہہ رہی ہیں جو غزوہ بدر میں شریک رہ چکا ہے، انھوں نے کہا: تم نے نہیں سنا کہ لوگوں میں آج کل کیا باتیں چل رہی ہیں؟ پھر انھوں نے ان بہتان ترازوں کی ساری بات بتادی، یہ سننا تھا کہ میری بیماری اور بگڑ گئی۔

گھر آنے کے بعد جب حضور ﷺ تشریف لائے اور آپ نے سلام کر کے حال دریافت کیا تو میں نے اپنے میکے جانے کی اجازت چاہی تاکہ والدین سے ان باتوں کی حقیقت معلوم کروں، حضور ﷺ نے اجازت دے دی میں اپنے گھر آئی اور والدہ سے پوچھا کہ لوگ کن قصوں میں پڑے ہیں؟ انھوں نے کہا: بیٹی! دل پر بوجھ نہ لو، شاید ہی کوئی خوبصورت عورت ایسی ہوگی کہ شوہر اسے چاہتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں مگر یہ کہ انھیں بہت سی باتیں بنائی جاتی ہیں، میں نے کہا ”سبحان اللہ“ کیا واقعی یہ باتیں ہو رہی ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ رات میں نے اس حال میں گزاری کہ ایک لمحے کے لیے بھی آنسو نہ تھے اور آنکھوں نے سو کر نہ دیکھا۔

صبح کو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی اور اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مشورے کے لیے بلایا، اس لیے کہ وحی کا سلسلہ فی الحال موقوف تھا، آپ ﷺ مجھے چھوڑنے کے بارے میں ان سے مشورہ فرما رہے تھے، اسامہ کو نبی کریم ﷺ کے اہل بیت سے بڑی محبت تھی، اس لیے انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ویسے تو وہ آپ کے گھر والے ہیں (یعنی اس بارے میں آپ ہی بہتر جانتے ہیں) خدا کی قسم ہم تو ان کے بارے میں خیر ہی خیر جانتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی، عورتیں تو اور بھی بہت ہیں اور (اس خبر کے سچا یا جھوٹا ہونے کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی) باندی سے بھی پوچھ لیں وہ آپ کو

سب سچ سچ بتادے گی (یعنی باندی چونکہ ہر وقت کی پاس رہنے والی ہے اگر کوئی مشکوک بات ہوئی تو وہ ضرور جانتی ہوگی) آپ ﷺ نے حضرت بریرہؓ کو بلایا (بریرہؓ حضرت عائشہؓ کی باندی تھیں) اور پوچھا: ”بریرہ! تو نے عائشہ کی طرف سے کوئی مشکوک بات تو نہیں دیکھی؟“ انھوں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے ایسا کچھ نہیں ہے اگر میں نے ایسی ویسی کوئی بات دیکھی ہوتی تو آپ سے کبھی نہ چھپاتی، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ ایک کم سن لڑکی ہے آٹا گوندھ کر سوجاتی اور بکری آکر اسے کھا جاتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ وہاں سے اٹھے اور عبد اللہ بن ابی بن سلول کے اس بہتان پر لوگوں سے اپنی عذر خواہی کرنے لگے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں دن بھر روتی رہی، آنسو تھے کہ تمہتے نہ تھے۔ میں اپنے والدین کے ہاں دو دن اور ایک رات سے مسلسل روئے جا رہی تھی اور ایسا لگ رہا تھا کہ یوں روتے رہنے سے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا، میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے اور میں مسلسل روئے جا رہی تھی، اسی اثنا میں ایک انصاری خاتون اجازت لے کر اندر آئی اور وہ بھی رونے لگ گئی، ہم سب اسی طرح بیٹھے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور جس دن سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی اس دن سے لے اب تک آپ ﷺ میرے پاس نہ بیٹھے تھے اور ایک مہینہ ہو چلا تھا کہ میرے بارے آپ ﷺ پر کوئی وحی بھی نازل نہیں ہوئی تھی، حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ: اے عائشہ! مجھے تمہارے حوالے سے جو فلاں فلاں بات پہنچی ہے۔ اگر تم اس سے بری الذمہ ہو تو عنقریب اللہ رب العزت تمہاری بے گناہی ثابت فرمادیں گے اور اگر تم سے گناہ ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ، استغفار کر لو کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کر لے تو اللہ بھی اسے معاف فرمادیتا ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب تک حضور ﷺ کی بات مکمل ہوئی میرے آنسو خشک ہو چکے تھے اور ایسے خشک ہوئے کہ ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا، میں نے اپنے ابو (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا: ”حضور ﷺ کو میری طرف سے جواب دیجئے“ انھوں نے کہا: ”بخدا! کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ حضور ﷺ سے کیا کہوں“ پھر میں نے اپنی امی سے کہا: ”میری طرف سے حضور ﷺ کو جواب دو۔“ وہ بھی کہنے لگیں: ”اللہ کی قسم! کچھ سمجھائی نہیں دے رہا کہ حضور ﷺ سے کیا کہوں۔“ فرماتی ہیں: ”میں ابھی خرد سال لڑکی ہی تھی، بہت سا قرآن بھی نہ پڑھ رکھا تھا، میں نے کہا: ”خدا کی قسم! تم نے لوگوں کی باتوں پر کان دھر لیے ہیں اور تمہیں ان باتوں کے سچا ہونے کا اس قدر یقین ہو گیا کہ

اگر میں کہوں کہ بے گناہ ہوں، (حالانکہ اللہ میری بے گناہی کو جانتا ہے) تو تم میری بات نہ مانو گے اور اگر میں پاک دامن ہوتے ہوئے بھی گناہ کا اعتراف کر لوں (حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں صاف ہوں) تو تم فوراً یقین کر لو گے، اللہ کی قسم! میری اور تمہاری مثال یوسف علیہ السلام کے والد کی سی ہے انھوں نے بھی کہا تھا: {فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ} (اب تو صبر ہی بن آوے، اور جو باتیں تم بنا رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں) اور شدت غم کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد (یعقوب علیہ السلام) کا نام بھی میرے ذہن میں نہ آیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں وہاں سے اٹھی اور اپنے بستر پر ڈھسے گئی، مجھے یہ امید تو تھی کہ اللہ تعالیٰ میری بے گناہی ثابت فرمادیں گے، لیکن یہ بات تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ میرے حق میں وحی نازل ہوگی، میں خود کو اس سے بہت حقیر سمجھتی تھی کہ میرے بارے میں قرآن بھی اتر سکتا ہے (اور ایک روایت میں ہے کہ یہ تو میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ میرے حق میں قرآن نازل ہوگا اور (میری پاک دامنی کی گواہی دینے والی) ان آیات کو قیامت تک پڑھا جاتا رہے گا) زیادہ سے زیادہ یہ خیال تھا کہ اللہ رب العزت آنحضرت ﷺ کو خواب دکھا کر میری بے گناہی ثابت کر دیں گے، واللہ! وہ مجلس ابھی برخواست بھی نہ ہوئی تھی اور حاضرین میں سے کوئی باہر نہ نکلا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا اور آپ ﷺ کو اُس بار نے آلیا جو نزول وحی کے وقت آپ ﷺ پر طاری ہوتا تھا، یہاں تک کہ سردی میں بھی آپ ﷺ کے بدن سے موتیوں کی طرح پسینہ چھڑنے لگتا، میں چونکہ بے گناہ تھی اس لیے اس وقت صرف میں ہی مطمئن تھی ورنہ میرے والدین کا تو رنگ فق تھا کہ نہ معلوم کیا وحی نازل ہوتی ہے، پھر جیسے ہی رسول پاک ﷺ سے یہ حالت دور ہوئی تو آپ ﷺ مسکرانے لگے اور سب سے پہلا جملہ جو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا یہ تھا: ”عائشہ! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہاری بے گناہی ثابت کر دی“ میری امی نے مجھ سے کہا: ”چل اٹھ! اور حضور ﷺ کا شکر یہ ادا کر“ میں نے کہا ”بخدا میں حضور ﷺ کا نہیں بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں۔“ اس وقت {ان الذین جاء و بالافک عصبه منکم} آیات نازل ہوئیں۔



کبھی کبھار بیوی کو ہدیہ اور تحفہ دینے کی نصیحت

یہ ایک سنہری نصیحت ہے کہ انسان وقتاً فوقتاً اپنی بیوی کو ہدیہ اور تحفہ دیتا رہے۔ یہ بات بڑی قابل غور ہے کہ جب منگنی ہو جاتی ہے اور نکاح کا انتظار ہوتا ہے تو اس وقت اپنی منگیترا کو اتنے ہدیے بھیجتے ہیں کہ بھر مار کر دیتے ہیں اور جب نکاح ہو جاتا ہے تو پھر اسے سال بعد بھی ہدیہ دینا یا نہیں ہوتا۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بیوی کو وقتاً فوقتاً چیزیں لے کر تو دینی ہوتی ہیں۔ تو بجائے اس کے کہ وہ کہے آپ خود ہی پہل کر دیں۔ اپنے ذہن میں سوچیں کہ کون سی چیز اس کی ضرورت کی ہے اور کون سی چیز اس کو زیادہ پسند ہے۔ اگر وہ چیز آپ از خود لے کر آئیں گے تو پھر بیوی کی خوشی کی انتہا نہ ہوگی۔

دینا تو ہوتا ہی ہے لیکن بیوی جھگڑ کر لے تو پھر کیا فائدہ۔ بیوی بار بار کہہ کر کچھ لے تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس نے لڑائی جھگڑا کروا کر کوئی کپڑے بنوائے یا زیور بنوائے اس طرح آپ نے ہزاروں بھی خرچ کر دیئے تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ لیکن بغیر کہے اور بغیر مانگے اپنی محبت سے آپ نے معمولی سی چیز بھی بیوی کو تحفہ میں دے دی تو وہ اس کو بہت بڑی نعمت سمجھے گی۔

تحفہ دینا نبی علیہ السلام کی سنت ہے:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ (تھا دو اتھا بوا) (تم آپس میں ہدیہ دو اس سے محبت بڑھے گی)۔ اب ہدیے کا یہ مطلب نہیں کہ مرد فقط مردوں کو ہی ہدیہ دے سکتے ہیں۔ بلکہ بیوی تو زندگی کی ساتھی ہے اسکو بھی ہدیہ دینا چاہیے۔

جب نبی علیہ السلام نے فرمادیا کہ (تھا دو اتھا بوا) تم ہدیہ دو گے تو محبت بڑھے گی۔ معلوم ہوا کہ یہ ایک سنہری نصیحت ہے جو دو لفظوں میں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا دیا۔ چونکہ میاں اور بیوی میں بہت محبت مقصود ہے، لہذا اپنی بیوی کو چھوٹی سی چیز ہدیہ دے دیا کرو۔ کیونکہ چیز کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اس سوچ کو دیکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے ہدیہ دیا ہے آپ کی چیز بہت قیمتی ہے یا کم قیمتی ہے اس سے بیوی کو کوئی غرض نہیں۔ غرض تو اس کو اس سے ہے کہ میرے میاں نے مجھے تحفہ اور ہدیہ لا کر دیا۔ ضروری ہی نہیں ہوتا ہر تحفہ بڑا قیمتی ہو تب تحفہ بنتا ہے بلکہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی تحفہ بن جاتی ہیں۔ کوئی نہ کوئی چیز اپنی بیوی کو دیتے رہنا گھر میں محبت کا سبب بن جاتا ہے۔

خاوند کا تحفہ بیوی کو یاد رہتا ہے:

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو کہیں لے جانا تھا۔ جہاں زیورات پہن کر جانا مناسب نہیں تھا، محفوظ نہیں تھا۔ بیوی نے کہا کہ ہاں مجھے زیور نہیں پہننے خاوند نے بھی کہا نہ پہنو۔ بیوی نے سارے زیورات ادا دیئے مگر ایک لاکٹ اس نے لے کر پھر گلے میں پہن لیا۔ کہنے لگی یہ تو میں ضرور پہن کر جاؤں گی۔ میاں نے پوچھا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ وہ کہنے لگی کہ آپ کو تو یاد نہیں مجھے یاد ہے۔ اس نے کہا کیا بات؟ کہنے لگی۔ یہ وہ لاکٹ ہے جو آپ نے مجھے شادی کی پہلی رات پہنایا تھا۔ میں کبھی اس کو اپنے سے جدا نہیں کرتی۔ سارا زیور میں دے سکتی ہوں لیکن اس لاکٹ کو میں سینے سے لگا کر رکھوں گی۔ اس لاکٹ میں محبت کا پیغام ہے جو پہلی ملاقات میں آپ نے مجھے دیا تھا۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ بیوی اپنے میاں کے تحفہ کو کتنا عظیم سمجھتی ہے۔ اس لئے وہ چیز تو چھوٹی ہوتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ جو محبت منسلک ہوتی ہے۔ اس چیز کو بڑا قیمتی بنا دیتی ہے۔

بیوی تو محبت کی طلبگار ہوتی ہے۔ اس کو خاوند سے محبت ہی تو چاہیے ہوتی ہے۔ اس نے کوئی زیورات کو چوسنا تھوڑی ہوتا ہے۔ یا گھر کی چیزوں کو اس نے کہاں لے کر جانا ہوتا ہے۔ اس کو تو ہر چیز میں محبت ہی چاہیے ہوتی ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ زلیخا کو یوسف علیہ السلام سے اتنی محبت تھی کہ اس نے ہر چیز کا نام یوسف ہی رکھ دیا تھا۔ گھر کی ہر چیز کو یوسف کہہ کر پکارا کرتی تھی۔ یہی بیوی کا بھی معاملہ ہوتا ہے۔ اس کو

خاوند سے اتنی محبت ہوتی ہے کہ ہر چیز میں اس کو خاوند کی محبت نظر آتی ہے۔ لہذا اگر آپ اسے وقتاً فوقتاً ہدیہ دیں گے۔ تو یہ ہدیہ آپس میں محبت بڑھنے کا ذریعہ بن جائے گا۔

بیوی سے محبت و ملاطفت کا اظہار کرنے کی نصیحت:

یہ بھی اہم نصیحت ہے کہ انسان اپنی بیوی سے محبت و الفت کا اظہار کرتا رہے۔ کوئی ایسی بات کرے یا کوئی ایسا کام کرے کہ بیوی کو شوہر کی محبت کا پیغام پہنچے۔ زبان سے دو میٹھے بول بول دینے سے بیوی کا دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور وہ سوچتی ہے کہ میرے خاوند کو واقعی مجھ سے بہت محبت ہے۔ جب خاوند اپنی بیوی کو ایسی محبت دے گا تو بیوی کا دماغ خراب ہے کہ وہ گھر آباؤ نہیں کرے گی۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

اکمل المؤمنین ایمانا احسنہم خلقا و الطفہم باہلہ۔

”ایمان والوں میں سب سے کامل ایمان والا مومن وہ ہے کہ جس کے اخلاق اچھے ہوں اور وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ لطف سے زندگی گزارنے والا ہو“

یعنی ملاطفت سے زندگی گزارنے والا ہو۔ اب غور کیجئے یہی ملاطفت کا لفظ قرآن پاک کا درمیانی لفظ ہے، قرآن پاک میں جہاں اصحاب کھف کا تذکرہ ہے وہاں اللہ پاک نے فرمایا ﴿ولیتلطف﴾ جب اصحاب کھف نے اپنے ساتھی کو کھانا لینے کے لئے بھیجا تو اس کو تلقین کی کہ تم جب بات کرنا تو ملاطفت سے، نرمی سے کرنا، گویا قرآن پاک کے تمام الفاظ میں سے سب سے مرکزی اور درمیان کا لفظ یہی ہے، ”نرمی اور محبت سے برتاؤ کرنا“ اور آج کا مسلمان اسی سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔ جہاں ازدواجی زندگی کی بات آئی وہاں بھی شریعت نے اسی لفظ کو استعمال کیا، گویا یہ لفظ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور کامیاب زندگی گزارنے کے لئے بنیادی نکتہ ہے، پیار و محبت کی زندگی گزارنے کو ملاطفت کہتے ہیں۔

افسوس کہ آج ہم اپنے گھروں میں ایسا رویہ رکھتے ہیں۔ جیسے کوئی جابر حاکم ہوتا ہے حتیٰ کہ جو بڑے بڑے دیندار ہوتے ہیں وہ بھی اپنی بیویوں کے ساتھ انتہائی خشک رویہ رکھتے ہیں، یہ بات بالکل درست نہیں۔ لطف و محبت کو غالب رہنا چاہیے۔ چنانچہ روایات میں ایسا بھی آیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی بیوی

کے منہ میں لقمہ توڑ کر ڈالتے۔

کھانے کے دوران منہ میں لقمہ دینا دیکھنے میں چھوٹی سی چیز ہے مگر اس سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت:

نبی علیہ السلام گھر میں کتنی محبت فرماتے۔ آپ اس روایت سے اندازہ لگائے کہ نبی علیہ السلام ایک

دن گھر تشریف لائے۔

آپ نے دیکھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیالے میں پانی پی رہی تھیں۔ اللہ کے محبوب

نے دور سے دیکھا فرمایا، اے حمیرا! نبی علیہ السلام نے حمیرا لفظ اس لئے کہا کہ آپ ان کو پیار سے حمیرا کہا

کرتے تھے۔ حالانکہ نام تو ان کا عائشہ تھا۔ مگر کبھی کبھی آپ پیار سے حمیرا کہتے تھے۔ یہاں سے ایک بات

اور نکلی کہ بیوی کو ایک ایسے نام سے پکارنا جس کو بیوی بھی پسند کرے اور خاوند بھی پسند کرے، یہ سنت ہے۔ جب

خاوند بیوی کو اس نام سے پکارتا ہے، اسکو پیار کا پیغام پہنچ جاتا ہے۔ لہذا کوئی بھی نام جس کو دونوں پسند کریں

وہ پکارنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ خاوند کوئی ایسا لفظ بولے کہ بیوی کے تن بدن میں آگ لگ جائے۔ یہ سنت نہیں

۔ بلکہ یہ تو ایذا رسانی ہوگی۔ تو کوئی ایسا پیار کا نام کہ جس کو خاوند بھی پسند کرے اور بیوی بھی پسند کرے وہ پکارنا

چاہیے کہ اس طرح سے محبت کا اظہار ہے۔ اور یہ نبی علیہ السلام کی مبارک سنت ہے اللہ کے محبوب نے فرمایا

حمیرا! عرض کیا، لیک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! حکم فرمائیے، آپ نے فرمایا تم جو پانی پی رہی ہو اس

میں سے کچھ تھوڑا سا میرے لئے بھی بچا دینا۔ اب ذرا سوچئے کہ پانی کی کوئی کمی تو نہیں تھی، اور پانی بھی

آسکتا تھا مگر محبت تو کچھ اور چیز ہے اللہ کے محبوب سکھانا چاہتے تھے اپنی امت کو کہ گھر میں بیوی کے ساتھ

یوں محبت اور پیار کے ساتھ رہا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا، تھوڑا سا پانی میرے لئے بھی بچا دینا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی کو فرما رہے ہیں میرے لئے پانی بچا دینا، حالانکہ برکتیں تو نبی علیہ

السلام کی ذات مبارک میں تھیں، رحمۃ للعالمین آپ تھے، خاوند آپ تھے، مرشد آپ تھے، سب برکتیں

آپ میں تھیں مگر محبت کی بات ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا عائشہ! کچھ میرے لئے پانی بچا دینا۔ چنانچہ

انہوں نے تھوڑا سا پانی بچا دیا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام قریب تشریف لائے۔ آپ نے

اپنے ہاتھوں میں وہ پیالہ لے لیا آپ چاہتے تھے کہ وہ پانی پیئیں لیکن نبی علیہ السلام رک گئے۔ فرمایا حمیرا! تم مجھے بتا سکتی ہو کہ تم نے کس جگہ منہ لگا کر پانی پیا تھا۔

چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیالے کے کنارے کی نشاندہی کی کہ اے اللہ کے محبوب! میں نے یہاں سے لب لگا کر پانی پیا تھا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ کے محبوب نے پیالے کے رخ کو پھیرا اور عین اسی جگہ لب مبارک لگائے اور پانی نوش فرمایا۔ دیکھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار محبت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک عمل ہم سب کیلئے مشعل راہ ہے اور ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کیلئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

دینداروں کیلئے لمحہ فکریہ:

افسوس کہ ہم نے دین کو سمجھا ہی نہیں۔ آج ہم شریعت و سنت کے مطابق ظاہر تو بنا لیتے ہیں مگر گھر کے اندر جا کر اتنا آگ بگولہ بنے ہوتے ہیں کہ بیوی بے چاری سہمی ہوئی ہوتی ہے اور ہم اس کو دینداری سمجھتے ہیں۔ ہم باہر بڑے بڑے دیندار بنے پھرتے ہیں مگر گھر میں بیوی خون کے آنسو رو رہی ہوتی ہے۔ یہ دینداری بھلا کس کام کی کہ زندگی کے ساتھی تک دین نہ پہنچا سکے۔ اس لئے اکثر یہی دیکھا گیا کہ باہر بعض لوگ کتنے دیندار ہوتے ہیں مگر گھر میں ان کی بیوی بد دین بنی ہوتی ہے۔ کس لئے؟ اس لئے کہ ان کی شخصیت کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے کیونکہ فقط ان کے پاس قال ہوتا ہے حال نہیں ہوتا۔ باتیں دین کی بڑی کرتے ہیں مگر گھر میں دین پر عمل نہیں کرتے۔

اس لئے خاوندوں کو چاہیے کہ وہ نبی علیہ السلام کی ان مبارک سنتوں کو پلے باندھ لیں۔

اللہ کے محبوب گھر کے اندر محبت و پیار سے رہتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ گھر کے اندر دین اتنا تھا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میری عائشہ تو آدھا دین ہے۔ یعنی آدھا دین جو باہر کی زندگی سے متعلق تھا صحابہ نے سمجھا اور آدھا دین ازدواجی زندگی سے متعلق ہے وہ دین میری بیویوں نے سیکھا اور انہوں نے امت تک پہنچایا۔ تو جب انسان بیوی کو ایسا پیار دیتا ہے تو یوں سمجھیں کہ بیوی پھر آدھا دین بن جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں چاہیے کہ بیوی کے ساتھ محبت کا اظہار کریں۔

مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے محبوب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کوئی ایسی بات کرنا جس سے بیوی کے دل میں محبت پیدا ہو اس سے سنت کا ثواب بھی ملے گا اور اس پر گھر کے اندر محبتوں کا ماحول بھی پیدا ہوگا۔ تو بیوی سے محبت کا اظہار کر دینا یہ سنہری نصیحت ہے۔ اس کو مرد اپنی کمزوری نہ سمجھے بلکہ اپنی عظمت سمجھے کہ میں اپنی بیوی سے محبت کا اظہار کروں گا تو وہ مجھ سے محبت کرے گی۔ کئی خاوند شاید یہ سوچتے ہوں کہ ہم اگر محبت کا اظہار کر دیں گے تو بیوی کہیں سر پر ہی نہ چڑھ جائے۔ ہرگز ایسا نہیں۔ بیوی کو اعتدال میں رکھنا یہ تو خاوند کے بس میں ہوتا ہے۔ جو سر پر چڑھنے والی ہوتی ہیں وہ دیندار نہیں ہوا کرتیں اور جو دیندار ہوتی ہیں انہوں نے قرآن میں پڑھ لیا ہوتا ہے۔ (الرجال قوامون علی النساء) لہذا وہ بات مان کے چلنے والی ہوتی ہیں۔ اور خاوند کو ہمیشہ بڑا بنا کر رکھتی ہیں۔



جامع دعا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ حضور! دعائیں تو آپ نے بہت سی بتادی ہیں اور ساری یاد رہتی نہیں، کوئی ایسی دعا بتادیجئے جو سب دعاؤں کو شامل ہو جائے۔ اس پر حضور ﷺ نے یہ دعا تعلیم فرمائی:

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلْنَاكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاءُ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ (ترمذی)

مولانا محمد حنیف جالندھری

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

حاجی عبدالوہابؒ اور دعوت و تبلیغ کی عالمی تحریک

تبلیغی جماعت کے امیر حاجی عبدالوہاب صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ حاجی عبدالوہاب صاحب نے اپنی پوری زندگی دین کی دعوت اور دین کی محنت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ انہیں حضرت مولانا الیاسؒ، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور دیگر اکابر کی صحبت اور خدمت کا شرف نصیب ہوا۔ وہ اکابر کے مزاج شناس تھے اور زندگی بھر ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلے اور ان کی روایات کے امین رہے۔

حاجی عبدالوہاب صاحبؒ 1922ء کو دہلی انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی علاقہ سہارنپور ہے۔ ہجرت کے بعد آپ پاکستان میں تحصیل بورے والا ضلع وہاڑی کے گاؤں چک 331 میں شفٹ ہوئے۔ آپ نے اسلامیہ کالج لاہور سے تعلیم حاصل کی۔ گریجویشن کے بعد آپ تحصیلدار کے طور پر نوکری کرنے لگے۔ 1944ء کو مرکز نظام الدین انڈیا میں مولانا الیاس کاندھلوی سے ملاقات کی اور چھ ماہ تک ان کی خدمت میں رہے۔ آپ کا روحانی تعلق مولانا عبدالقادر رائے پوری سے تھا۔ جوانی میں حاجی صاحب مجلس احرار کے سرگرم کارکن بھی رہے اور تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ مولانا محمد یوسف اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ بھی رہے اور آپ نے دین کی محنت کے لیے اپنی نوکری بھی قربان کی۔ آپ پاکستان میں حاجی شفیع قریشی اور حاجی بشیر صاحب کے بعد تیسرے نمبر پر تبلیغی جماعت کے امیر مقرر ہوئے۔

حاجی عبدالوہاب صاحب کو اللہ رب العزت نے امت کی فکر اور درد و کڑھن کی جس کیفیت سے نوازا تھا وہ انہیں کا خاصہ تھا۔ ان کی فکر کا نتیجہ تھا کہ وہ دنیا کے کونے کونے میں پھرے۔ اللہ رب العزت انہیں دین کی نسبت سے شرق و غرب اور شمال و جنوب تک لے گئے اور دنیا کا کوئی ایسا خطہ نہیں ہوگا جس کی فضاؤں میں حاجی عبدالوہاب صاحب کی درد میں ڈوبی اور ایمان و یقین سے معمور دعوت کی آواز نہ گونجی ہو۔ حاجی عبدالوہاب صاحب سے اللہ رب العزت نے اپنے دین کی خدمت اور دعوت کا اتنا کام لیا جتنا کوئی بہت بڑی تحریک، کئی تنظیمیں اور بہت سے ادارے مل کر نہیں کر پاتے حاجی عبدالوہاب صاحب نے اتنا کام تنہا سرانجام دیا۔

مجھے بارہا حاجی عبدالوہاب صاحب کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ جب بھی ملاقات ہوتی بہت شفقت اور محبت سے نوازتے۔ دادا جی حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا تذکرہ فرماتے۔ اکابر کی یادیں اور واقعات سناتے۔ میں نے کبھی بھی ان سے دنیا کے بارے میں کوئی بات نہیں سنی، مروجہ سیاست، حالات حاضرہ، کسی کی غیبت، کوئی مسئلہ..... کچھ بھی نہیں..... حاجی صاحب ہمیشہ بس صرف اللہ کے دین کی، آخرت کی اور دعوت کی بات کرتے، وقت لگانے کا مطالبہ کرتے۔ جب بھی حاضری ہوئی تو پیارا اور شفقت بھرے انداز سے تھپڑ مارتے۔ حاجی صاحب کی شخصیت اتحاد و یکجہتی کا استعارہ تھی۔ آپ کے وجود کی برکت سے امت بہت سے انتشار و اختلافات اور فتنوں سے محفوظ تھی۔

حاجی صاحب کو اللہ رب العزت نے بہت بڑا دل عطا فرمایا تھا۔ ان کی عالی ظرفی اور وسعت ظرفی کا یہ عالم تھا کہ ہر کسی کو ساتھ لے کر چلے، ہر کسی کا بازو پھیلا کر استقبال کیا، اپنے پرانے کی تمیز کیے بغیر ہر کسی سے شفقت و محبت کا مظاہرہ کیا۔

حاجی عبدالوہاب صاحب کے پاس دنیا بھر سے بادشاہ، نامی گرامی شخصیات، شہزادے اور جانے کون کون لوگ حاضر ہوتے رہے لیکن حاجی صاحب نے کبھی کسی کی دنیوی حیثیت، عہدے، اقتدار، شان و شوکت اور مال و دولت کو خاطر میں نہیں لایا۔ وہ ہر کسی سے ملتے تھے، ہر کسی کو احترام دیتے تھے، ہر کسی کو شفقت و محبت سے نوازتے تھے لیکن پیاناہ صرف ایک تھا اور وہ دین تھا۔ وہ دین کی نسبت سے ملتے، وہ کلمے

کی وجہ سے احترام کرتے، وہ ہر کسی کی آخرت سنوارنے کی فکر کرتے۔ حاجی عبدالوہاب صاحب کے قدموں میں دولت کے انبار لگے، کسی نے طیارہ پیش کیا، کسی نے گاڑی نذر کرنے کی کوشش کی، کوئی کوٹھیوں اور فارم ہاؤسز کی چابیاں لے کر آیا لیکن حاجی صاحب نے کچھ بھی قبول نہ کیا، کسی چیز کی طمع نہ کی، کسی چیز کا لالچ نہ رکھا۔ ان کی سادگی، قناعت اور کفایت شعاری اپنی مثال آپ تھی۔

حاجی عبدالوہاب صاحب کے دور امارت میں دعوت و تبلیغ کی محنت کو بہت ترقی، بہت عروج، بہت وسعت اور بہت کامیابی ملی۔ اس سب کے اللہ رب العزت کے فضل و کرم کے بعد جہاں دیگر کئی اسباب ہیں وہیں حاجی صاحب کی امارت، ان کی فکر، ان کی شخصیت، جہد مسلسل کا بھی اس میں بڑا حصہ ہے۔ حاجی صاحب کو اللہ رب العزت نے جس تدبیر، بصیرت اور حکمت و دانش سے نوازا تھا وہ دعوت و تبلیغ کے مبارک کام کے ساتھ اللہ رب العزت کی خصوصی نصرت اور رحمت کی نشانی تھا۔

آج حاجی صاحب تو چل بسے لیکن پوری امت کے لیے بالخصوص علماء کرام، تبلیغی جماعت کے ذمہ داران اور دنیا بھر کے مسلمانوں اور دعوت و تبلیغ اور مساجد و مدارس اور دینی تحریک اور جماعتوں کے وابستگان کے لیے حاجی صاحب کی رحلت فکر مندی کا ایک پیغام ہے کہ ہر درد دل رکھنے والا مسلمان اپنے عہد کی تجدید کرے..... اپنے عزم کو تازہ کرے..... اپنے اہداف کا پھر سے تعین کرے..... اور ایک دوسرے کے شانہ بشانہ دین کی خدمت اور دعوت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے..... جس طرح حاجی صاحب نے اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اس بات کو سچ کر دکھایا کہ ”دین کا کام کرنا ہے..... کرتے کرتے مرنا ہے..... اور مرتے مرتے کرنا ہے“ اسی طرح امت کا ہر ہر فرد اس جذبے کو لے کر نکلے اور دین کے غلبے اور دین کی خدمت کی جدوجہد میں شریک ہو جائے۔

اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو..... آمین



جامعہ دارالتقویٰ لاہور

تعارف، خدمات، اہداف

جامعہ دارالتقویٰ نصف صدی سے تشنگان علوم نبویہ کی علمی پیاس بجھانے میں مصروف ہے۔ 1967ء سے قائم اس عظیم درسگاہ کی بنیاد جس اخلاص اور لہیت پر رکھی گئی اس کی برکت سے اس پودے نے مختصر وقت میں تناور درخت کی صورت اختیار کر لی اور ایسا شرف قبولیت عطا ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ترقی کی منازل طے کرتے ایک عظیم دینی درسگاہ کے طور پر علمی حلقوں میں مقام بلند پر جا پہنچا۔ تشنگان علم و معرفت اس چشمہ علم و عرفان کی طرف ایسے کھنچے چلے آئے کہ آج الحمد للہ جامعہ کی 14 شاخوں میں 2000 سے زائد طلباء و طالبات زیر تعلیم ہیں۔

جامعہ اول روز سے ہی تبلیغی و تربیتی بنیادوں پر قائم ہے اور ادارے میں تعلیم کے ساتھ ساتھ اصلاحی تربیت کا بھرپور اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس کے لیے باقاعدہ تبلیغی اعمال کی ترتیب اور وقتاً فوقتاً اکابر علماء کرام کے اصلاحی بیانات جامعہ کی خصوصیات میں شامل ہیں۔

جامعہ کے مختلف شعبہ جات

شعبہ حفظ	درس نظامی	دورہ حدیث شریف
دارالافتاء	اعدادیہ	شعبہ نشر و اشاعت
شعبہ بنات	سمپومپ	صف النساء
التقویٰ سکول سسٹم		

The Mark of Leader

**POPULAR[®]
PIPES**



YOUR HOME & FAMILY IS SAFE



OUR PRODUCTS

- Un-plasticized polyvinyl chloride (U-PVC) Electrical conduits
- Un-plasticized polyvinyl chloride (U-PVC) high pressure piping system
- Un-plasticized polyvinyl chloride (U-PVC) soil, waste & vent system
- Polyvinyl chloride (PVC) solvent cements & cleaner
- Polypropylene random copolymer (PPR-100) Hot & Cold water system
- High density Polyethylene (HDPE) pipes and fittings
- Polyvinyl chloride (PVC) cable trunk
- Polyvinyl chloride (PVC) Garden & Gas pipes
- Poly carbonate (PC) Popular switch & socket
- Polyvinyl chloride (PVC) Electrical insulation Tape
- Polyvinyl chloride (PVC) Foam Board

PROVIDING YOU THE BEST IS OUR FORTE



www.popularpipesgroup.com



[popularpipesgroupofcompanies](https://www.facebook.com/popularpipesgroupofcompanies)



اکتوبر 2018ء

محرم/صفر 1440ھ

Popular

PVC FOAM BOARD

Save Trees Save Lives

POPULAR PIPES GROUP OF COMPANIES INTRODUCES
NEW PRODUCT....



دیمک اور کیڑوں سے محفوظ
پانی اور نمی کے اثرات سے محفوظ
مضبوط سخت، ہموار سطح
کیل کو مضبوطی سے پکڑنے کی طاقت
آگ لگنے کے خلاف بھرپور قوتِ مدافعت
موسمی اثرات کے خلاف بھرپور قوتِ مدافعت

Izmir Housing Society, 1st Floor, Habib Center, Block A Plot # 4
Commercial Plaza, 8KM Thokar Niaz Baig, Lahore, Pakistan

+92-111-11-8782(UPVC)
+92-42-35979601-3

+92-42-35979604

info@popularpipe.com

www.popularpipesgroup.com

اہداف

ایک بڑے دارالعلوم کے قیام کا عزم شعبہ بنین کے لئے موجودہ جگہ میں شدید قلت کا سامنا ہے، اسلئے طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد اور ادارے کی روز افزوں مقبولیت کے باعث اراکین ادارہ نے یہ عزم کیا ہے کہ لاہور یا اس کے گرد و نواح میں ایک وسیع قطعہ اراضی حاصل کر کے ایک بڑے دارالعلوم کی بنیاد رکھی جائے۔ جہاں طلباء کی ضروریات اور انکی تعلیمی مصروفیات بہتر انداز سے پوری ہو سکیں۔ اور وہاں دینی علوم کے ساتھ ساتھ طلبائے دین کو عصری علوم کے سے بھی بہرہ ور کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں احباب سے دعاؤں کے ذریعے خصوصی تعاون کی درخواست ہے۔

جامعہ دارالتقویٰ مری

مری میں چند سال پہلے جامعہ کے زیر اہتمام ایک مختصر سا ابتدائی مدرسہ شروع کیا گیا تھا۔ جو اب الحمد للہ ایک مضبوط مدرسے میں تبدیل ہو چکا ہے۔ اور وہاں اس وقت طلباء کے ساتھ ساتھ طالبات کی بھی کثیر تعداد زیر تعلیم ہے۔ اب اس مدرسے کی توسیع کے لئے ادارہ جگہ حاصل کر چکا ہے۔ اور عنقریب تعمیر بھی شروع ہو جائیگی انشاء اللہ۔ اس سلسلے میں بھی احباب سے خصوصی دعاؤں کی عاجزانہ درخواست ہے۔

اظہار تشکر

ادارہ ہذا کی مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ جامعہ اور اس کی 14 شاخوں میں زیر تعلیم ہزاروں طلباء و طالبات کے ماہانہ لاکھوں کے تعلیمی اخراجات اللہ پاک کے خاص فضل و کرم اور اہل خیر احباب کے خصوصی تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔ اس پر ادارہ انتظامیہ اپنے رب کریم اور اس کے خاص بندوں کی بے حد شکر گزار ہے اور پر امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم اور اپنے معاونین کے خصوصی تعاون سے جامعہ کے مستقبل کے منصوبہ جات بھی جلد تکمیل کو پہنچیں گے ان شاء اللہ

الداعی الی الخیر: اہل شوریٰ

برائے رابطہ:

042-37414665 - 0321-7771130

اکاؤنٹ نمبرز..... ٹائٹل اکاؤنٹ: مدرسہ فاطمہ الزہراء

اکاؤنٹ نمبر 0010004203780017 (الائیٹیڈ بینک، سمن آباد لاہور)

ٹائٹل اکاؤنٹ: دارالتقویٰ ٹرسٹ

اکاؤنٹ نمبر 0233-0010770769 (NIB) گلشن راوی برانچ لاہور

”ننگے سر“ رہنا، اسلامی تہذیب کے خلاف ہے

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان بالخصوص نوجوانوں میں دینی احکام اور اسلامی تہذیب کا احترام دن بہ دن کم ہوتا جا رہا ہے، اس کے برخلاف مغربی تہذیب کو عام کرنے کی کوششیں چاروں طرف سے اور مختلف ذرائع سے عام ہوتی جا رہی ہیں، نتیجتاً ایک ٹوپی ہی کیا، سارا لباس، بلکہ پوری معاشرت ہی اسلامی خصوصیات و امتیازات سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔ یہ صورت حال افسوس ناک ضرور ہے، مگر تہذیبی تصادم اور مغرب کے ناحق دباؤ، نیز عالم اسلام کی تہذیبی مغلوبیت کے مدنظر تعجب خیز بالکل نہیں ہے، تعجب صرف اس پر ہوتا ہے کہ بعض جدید و غیر معتبر افکار کے حاملین ان یورپ سے درآمدہ فیشنوں کو کلین چٹ، بلکہ اسلامک لیبل کس طرح دیتے ہیں؟ بیماری حد سے بڑھ جائے اور بد عملی قابو سے نکل جائے تو اسے صحت اور نیکی کا نام دے کر قبول کر لینا اور بڑھاوا دینا کسی عقل مند کے نزدیک صحیح نہیں ہو سکتا۔

ننگے سر رہنے یا نماز پڑھنے کا چلن انگریزوں کی آمد سے پہلے مسلم معاشرے میں کہیں نظر نہیں آتا، علماء و صلحاء تو سر ڈھانک کر رہتے ہی تھے، عام شرفاء بھی اسے تہذیب و شرافت کا لازمہ سمجھتے تھے، امام ابن جوزی تلبیس ابلیس میں فرماتے ہیں: ”سمجھ دار آدمی سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ سر کا کھلا رکھنا بری بات اور ناپسندیدہ حرکت ہے، کیوں کہ اس میں ترک ادب اور شرافت کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔“

شیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالین میں فرماتے ہیں:

”ننگے سر لوگوں میں گھومنا پھرنا (مسلمانوں کے لیے) مکروہ ہے۔“ (بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ: 150/8)

ہندوستانی مسلمانوں میں ننگے سر پھرنا انگریزوں کی آمد کے بعد اور عالم عرب میں مغربی ممالک سے تعلقات کے بعد وجود میں آیا ہے، لیکن یہ تقلید فرنگ شروع میں صرف دفتروں، کالجوں اور بازاروں تک محدود تھی، مذہبی مجلسوں مسجدوں میں لوگ اس طرح شرکت کو سخت معیوب سمجھتے اور اس سے احتراز کرتے تھے، گویا یہ پہلا مرحلہ تھا، جب مسلمانوں نے اسلامی تہذیب کو اسلامی سرگرمیوں کے ساتھ مخصوص کر کے انگریزی تہذیب کو زندگی کے بقیہ مرحلوں میں اختیار کر لیا تھا، پھر جب طبیعتیں اس اجنبی تہذیب سے مانوس ہو گئیں اور ایک نسل گزر گئی تو اگلی نسل کے لیے یہ جدید کلچر ہی پسندیدہ کلچر بن گیا اور سابقہ تہذیب اجنبی سی ہو گئی۔ اب جدید تعلیم یافتہ طبقے میں ٹوپی پہننا ایسا ہی معیوب ہو گیا ہے جیسے چند سال قبل ننگے سر رہنا معیوب تھا، یہ سب تہذیب جدید یہودیوں کی عالمی واحد تہذیب (یعنی گلوبلائزیشن) کی کوششوں کی دین ہے، لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ علمائے دین اور امت کے مصلحین کا کام بہر صورت اسلامی ثقافت اور تہذیب کا تحفظ کرنا اور قوم کے اندر اس کے شعور کو باقی رکھنے کی فکر کرتے رہنا ہے، چاہے قوم اس کو تسلیم کرے یا نہ کرے، ہر زمانہ میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے، بلکہ جب ایسا نہ ہو اللہ تعالیٰ نے سخت پکڑ فرمائی، قرآن کریم میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، اس لیے بطور اتمام حجت کے یہ چند سطریں تحریر کی جا رہی ہیں:

قرآن کریم میں نماز و عبادت کے لیے مکمل لباس اور کامل زینت اختیار کرنے کی ترغیب موجود ہے، سورة الاعراف میں ارشاد ربانی ہے: ﴿بِئْسَ مَا كَانُ يَمُورُ﴾ (البقرہ: 26) اور ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الاعراف: 31)، ”اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! جب کبھی مسجد میں آؤ تو اپنی خوش نمائی کا سامان (یعنی لباس جسم پر) لے کر آؤ۔“ یہ اگرچہ ننگے بدن کعبۃ اللہ کا طواف کرنے والوں کو دینی ہدایت ہے، مگر مفسرین کرام نے ”کل مسجد“ کے عموم سے یہی سمجھا ہے کہ اس میں نمازوں اور دیگر عبادات کے ادا کرنے اور مقدس مقامات پر جانے کے لیے بھی مکمل لباس اختیار کرنا داخل و شامل ہے اور کل لباس میں جہاں کرتا یا جامہ داخل ہے، وہیں ٹوپی یا عمامہ بھی شامل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ننگے سر رہنا یا نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے، حسن سلمان نے ”الدین الخالص“ سے نقل کیا ہے کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت احرام کے علاوہ ننگے سر نماز پڑھانے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اگر آپ نے پڑھائی ہوتی تو احادیث میں ضرور منقول ہوتا، اگر کسی کو اس کے ثبوت کا دعویٰ ہے تو دلیل اس کے ذمہ ہے۔ والحق أحق ان يتبع“ (القول المبين، ص: 57)

متعدد روایتوں میں آپ کے سر مبارک کا عمامہ یا ٹوپی سے آراستہ ہونا مروی ہے، حضرت ابن عمر □ سے مروی ہے کہ آپ سفید ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ (شعب الایمان: 13/256)

حضرت عائشہؓ سے بھی اس طرح منقول ہے۔ (جامع صغیر: 2/120)

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ ٹوپی عمامے کے تحت بھی اور بغیر عمامے کے بھی استعمال فرماتے تھے۔ (جامع صغیر: 2/120)

حضرت ابو قرفصافہؓ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک ٹوپی دے کر اس کے استعمال کی ہدایت دی تھی۔ (فتح الباری: 10/223)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفاۃ میں آخری خطبہ دینے کے لیے مسجد میں تشریف لائے تھے، تو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک عمامہ یا سرخ پٹی سے ڈھکا ہوا تھا۔ (بخاری: 1/536)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین ٹوپیاں تھیں، ایک کن ٹوپ بھی تھی، جسے سفر میں استعمال فرماتے تھے۔ (تخریج احادیث الاحیاء: 6/110)

ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ باندھتے تھے، اس کے نیچے ٹوپی بھی پہنتے تھے، کبھی بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ باندھتے تھے، کبھی بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے۔“ (زاد المعاد: 51)

یہی بات حضرت ابن عباسؓ سے روایتاً بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی استعمال فرماتے تھے، عمامے کے ساتھ بھی، بلا عمامے کے بھی۔ (جامع صغیر: 2/120)

یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور عادت شریفہ تھی، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا رواج بھی یہی تھا اور کیوں نہ ہوتا؟ وہ لوگ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا کے عاشق اور اس کے تتبع تھے، بخاری شریف میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محرم کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کون کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قمیص، شلوار، عمامہ اور ٹوپی نہ پہنے۔“ (بخاری: 2/24)

معلوم ہوا کہ ٹوپی اور عمامہ کا پہننا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معاشرے کی عام بات تھی،

تب ہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لباس کے ساتھ اس کا بھی ذکر فرمایا۔ ابن عاصمؒ سے مروی ہے کہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے پہنچے تھے تو صحابہ کرام کو کپڑوں اور ٹوپوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ (مجمع الزوائد: 2/184)

اسی طرح ترمذی میں ہے کہ حضرت عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شہید کے فضیلت بیان کرتے ہوئے بتلا رہے تھے کہ ”اس کے بلند ترین مقام کو یوں سراٹھا کر دیکھا جائے گا، جب آپ نے سر پیچھے کیا تو ٹوپی سر سے گر گئی۔“ (ترمذی: 3/241)

اس کے علاوہ متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام کے بارے میں روایات موجود ہیں کہ وہ ٹوپی کا استعمال فرمایا کرتے تھے، بخاری شریف میں ہے، حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ کی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھے گئے۔ (4/270) اسی طرح ابواسحاق کے بارے میں ہے کہ انہوں نے نماز کی حالت میں ٹوپی نکال کے رکھی، پھر اٹھا کر پہن لی۔ (1/515)

مصنف ابن ابی شیبہ میں تو متعدد احادیث موجود ہیں، مثلاً جلد دوم کتاب الصلوٰۃ میں حضرت شریح، اسود، عبداللہ بن زید، سعید بن جبیر، علقمہ، مسروق رحمہم اللہ کے بارے میں اور جلد (12) کتاب اللباس میں حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت انس بن مالک رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت ضحاکؒ کے بارے میں ٹوپوں کا استعمال کرنا منقول ہے، اسی طرح حضرت حسن بصری سے بخاری شریف میں مروی ہے کہ صحابہ کرام ٹوپوں اور عمامے کی کوروں پر سجدہ کر لیا کرتے تھے۔ (بخاری: 1/232)

اس سے تو صحابہ کرام کا عموم استعمال صراحتاً معلوم ہو گیا، فتح الباری میں عبداللہ بن ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ قرآن کریم کے تمام قراء (صحابہ) کے پاس ٹوپیاں ہوا کرتی تھیں۔ (16/34)

اسی لیے ابن عربی فرماتے ہیں:

”ٹوپی انبیاء، صالحین و اولیاء کے لباس میں داخل ہے، سر کی حفاظت کرتی ہے اور عمامہ کو جماتی ہے، جو کہ سنت ہے، البتہ سر سے چھٹی ہوئی ہو بلند نہ ہو، البتہ اگر آدمی بخارات دماغ کے خروج کی ضرورت محسوس کرے تو سوراخ دار بلند ٹوپی بھی پہن سکتا ہے۔“ (فیض القدير: 5/299)

فتح الباری کتاب الحج (5/186) میں محرم کے لیے سر ڈھانکنے کے متعدد طریقوں کا ذکر کر کے ان کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ جس سے اتنا تو معلوم ہو ہی جاتا ہے کہ سر ڈھانکنا قدیم رواج ہے۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار، جن میں بعض صحیح اور بعض ان کی مؤید ہیں، یہ بتلا رہی ہیں کہ سر کو ڈھکنا یعنی ٹوپی یا عمامہ سے آراستہ رکھنا، بالخصوص نماز کے اندر ننگے سر ہونے سے چنانچہ اسلامی تہذیب کا حصہ اور مسنون لباس میں داخل و شامل ہے، اس کے برخلاف ٹوپی نہ پہننے یا ننگے سر رہنے کی ترغیب و فضیلت کا کوئی ثبوت نہیں ہے، نہ صحیح حدیثوں میں، نہ ہی ضعیف روایتوں میں۔ معلوم ہوا کہ موجودہ زمانے کا یہ فیشن اور آزادی چاہنے والوں کا چلایا ہوا چلن غیر اسلامی اور ناپسندیدہ ہے، جس سے احتیاط ضروری ہے۔

جہاں تک ان لوگوں کا ان روایتوں سے استدلال کرنے کا تعلق ہے جن میں ایک اور دو کپڑوں میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے وہ یا تو وقتی ضرورت پر محمول ہے یا بیان جواز کے لیے ہے، ورنہ دائمی معمول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر ڈھانک کر رہنا ہی ہے، بالخصوص نمازوں میں تو کبھی ننگے سر امامت فرمائی ہی نہیں۔

شیخ ناصر الدین البانی ایک بڑے عالم گزرے ہیں (غیر مقلد) علماء اور عوام کا ایک طبقہ انہیں خاتم الحدیث سمجھتا ہے، چونکہ ننگے سر کا کلچر عام ہو رہا ہے، بلکہ باقاعدہ عام کیا جا رہا ہے، ان کی چشم کشائی کے واسطے شیخ کی تحقیق ذیل میں نقل کی جا رہی ہے، وہ فرماتے ہیں:

”جہاں تک ہماری تحقیق کا تعلق ہے تو ہمارے نزدیک ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس لیے کہ نماز کا مکمل ہیئت اسلامی میں ادا کرنے کا پسندیدہ ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”اللہ تعالیٰ اس بات کا سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لیے اپنے آپ کو سنوارا جائے“، نیز ننگے سر رہنے کی عادت ڈال لینا، یا بازاروں میں ننگے سر گھومنا یا مقامات عبادت میں ننگے سر داخل ہونا، سلف صالحین کے مبارک عرف میں ہیئت حسنہ کے خلاف اور غیر اسلامی تہذیب کا امتیاز ہے، جو کفار کے بلاد اسلامی میں داخل ہونے کے بعد شائع ہوا ہے، وہاں کے مسلمانوں نے بلا دلیل شرعی ان بری عادتوں کو قبول کر کے اس مسئلے میں اسی طرح بعض اور تہذیبی مسائل میں بھی اپنے بڑوں کی تقلید ترک کر دی ہے، پس یہی رسم اس لائق نہیں ہے کہ اسلام کے سابقہ عرف اور طریقے کے مقابل بن سکے اور نہ ہی اس رسم کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنے کا جواز نکالا جاسکتا ہے۔“

اس کے بعد بعض علماء کے غلط استدلال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جہاں تک مصر کے بعض علماء کا حج کے دوران سر کھلے رکھنے اور اسی طرح نماز پڑھ لینے سے استدلال کا تعلق ہے تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان کا یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ سے فاسد ہے، اس لیے کہ اولاً تو وہ مناسک حج کے ساتھ خاص ہے اور شعائر حج میں سے ہے، اس کو عام نہیں کیا جاسکتا اور اگر اس سے ہر حال میں سر کھلے رکھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت نکل سکتا ہے تو پھر وجوباً ماننا پڑے گا، جوازاً نہیں، کیوں کہ احرام میں سر کھلا رکھنا واجب ہے، یعنی ننگے سر نماز پڑھنے کو واجب کہنا پڑے گا جو کوئی نہیں کہتا، پس یہ ایسا الزام ہے کہ ان لوگوں کو اپنے قیاس فاسد سے رجوع کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے، ہمیں امید ہے کہ یہ علماء اپنی غلطی سے رجوع کر لیں گے۔“ (تمام المنہ فی التعلیق علی فقہ السنۃ: 65/164)

اہم اعلان

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ قبل ازیں ادارہ ہذا نے جامعہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا جمشید خان نور اللہ مرقدہ کی شخصیت اور ان کی دینی و تبلیغی خدمات پر ”خاص نمبر“ کا اہتمام کیا تھا جسے علمی، تبلیغی، تعلیمی و عوامی حلقوں میں بے پناہ پسند کیا گیا۔ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کی وفات کے بعد انہیں حلقوں کی طرف سے مطالبہ زور پکڑتا جا رہا ہے کہ حاجی صاحبؒ پر بھی ”خاص نمبر“ شائع کیا جائے۔

لہذا قارئین کے پُر زور اصرار کو مد نظر رکھتے ہوئے ادارہ ہذا نے ”حاجی عبدالوہاب“ نمبر کی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے۔ حاجی صاحب کے تمام خادین، مجین، معتقدین اور قارئین سے گزارش ہے کہ حاجی صاحبؒ کی شخصیت کے روشن پہلوؤں، ان کی دینی و تبلیغی خدمات، ہدایات و نصائح اور ان کے دعوتی نکات پر مشتمل مضامین مستند حوالہ جات کے ساتھ جلد از جلد درج ذیل ای میل ایڈریس پر بھیج دیں تاکہ ”خاص نمبر“ کی بروقت اشاعت ممکن ہو سکے۔

ادارہ

Whats app No:03222333224

E.Mail:darultaqwa.online@gmail.com

امت میں رائج مہلک منکرات --- ایک جائزہ

اس وقت پوری دنیا میں مادیت اور شہوانیت کا جو سیلاب آیا ہوا ہے، اس نے تمام اخلاقی قدریں تہ و بالا کر ڈالی ہیں، معاشرتی نظام بے حیائی، بدکاری اور عریانیت کا مرکب بن چکا ہے، اخلاقیات کے نظام کو بے کرداری اور نفع پرستی کے مزاج نے زیر و بر کر دیا ہے، معاملات کو سود اور حرام کی زنجیروں نے کچھ اس طرح چو طرفہ جکڑ رکھا ہے کہ امانت و دیانت، صداقت و راستی اور خیر خواہی کے اوصاف آخری سانس لے رہے ہیں۔

انحراف اور بگاڑ کا یہ سیلاب پورے عالم میں آیا ہوا ہے اور مشرق و مغرب، عرب و عجم، شہر و دیہات، کوئی خطہ اس سے محفوظ نہیں ہے۔

احادیث کی صراحتوں سے واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی خطے یا معاشرے پر اللہ کی طرف سے اجتماعی قہر و عذاب کا نزول تین گناہوں کے رواج عام کے نتیجے میں ہوتا ہے:

(۱) سود خوری

(۲) زنا اور بدکاری

(۳) زکوٰۃ کی ادائیگی میں مجرمانہ کوتاہی۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

جب کسی قوم میں سود اور زنا عام ہو جائیں تو وہ اپنے کو اللہ کے عذاب کا مستحق بنا لیتی ہے۔
(المستدرک: ۲/ ۳۷)

آج بھی صورتِ حال ہمارے سامنے ہے، سودی لین دین اور بدکاری کے فروغ نے وہ شکلیں اختیار کر لی ہیں کہ ان کا تصور بھی لرزہ طاری کر دیتا ہے، اسی طرح زکوٰۃ کے تعلق سے مجرمانہ غفلت اور کوتاہی کی عام فضا بنی ہوئی ہے، ہماری انھیں بد اعمالیوں کا خمیازہ قدرتی آفات کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

سود خوری کی وبا عام

احادیث کی صراحت کے مطابق کسی قوم، خطے اور معاشرے پر اجتماعی آفت و عذاب کے آنے کا ایک بنیادی سبب سودی کاروبار اور سودی لین دین کا عام چلن ہے۔
شریعت نے حرام کاموں اور گناہوں کی جو تفصیل بتائی ہے، اس میں سود کا گناہ سرفہرست ہے، قرآن و حدیث میں سود کی شاعت و قباحت کے تعلق سے ایسے ایسے الفاظ بیان ہوئے ہیں جو لرزہ طاری کر دیتے ہیں۔

سورۃ البقرہ میں سود کی حرمت اور اس سے اجتناب کے حکم کے بعد ارشاد فرمایا گیا:

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (البقرہ/ ۲۷۹)

ترجمہ: ”اگر تم سود کا کاروبار نہیں چھوڑو گے تو تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو“۔

غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے شرک کے بعد بڑے سے بڑے گناہ کے بارے میں بھی اتنے سخت الفاظ اور اتنا سخت لب و لہجہ استعمال نہیں کیا، جتنا سخت لب و لہجہ و لفظ سود کے بارے میں استعمال کیا ہے، ”اعلانِ جنگ“ کے الفاظ انتہائی سخت و وعید اور بدترین شاعت کے اظہار کے لیے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک شخص امام مالک بن انس کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: میں نے شراب کا ایک ایسا رسیا اور نشہ میں چور شخص دیکھا جو چاند کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا، اس پر میں نے کہا: اگر انسان کے پیٹ میں شراب سے بھی بدتر کوئی چیز اترنے والی ہو تو میری بیوی کو طلاق، آپ نے فرمایا: ابھی لوٹ جاؤ کہ میں تمہارے مسئلہ میں غور کر لوں، وہ دوسرے دن آیا تو بھی فرمایا: ابھی لوٹ جاؤ کہ میں تمہارے مسئلہ میں

غور کر لوں، وہ تیسرے دن آیا تو فرمایا: تمہاری بیوی کو طلاق پڑ گئی، اس لیے کہ میں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انتہائی غور و تدبر کیا؛ مگر سود سے بدتر کوئی چیز نظر نہ آئی؛ اس لیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن: ۳/۳۶۴)

سودی بے برکتی اور نجوست کے وبال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ (البقرة/ ۲۷۶)

ترجمہ: ”اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے“

سود اور صدقہ کی حقیقت، نتائج، اغراض اور کیفیات سب متضاد ہوتے ہیں، صدقہ میں اپنا مال بلا معاوضہ دوسرے کو دیا جاتا ہے اور سود میں دوسرے کا مال بلا مالی معاوضہ کے لیا جاتا ہے، صدقہ کی غرض رضائے الہی اور ثواب آخرت ہوتی ہے؛ جب کہ سود کی غرض اللہ کے غضب سے نڈر ہو کر اپنی موجودہ دولت میں ناجائز اضافے کی ہوس ہوتی ہے، نتیجہ کافرق قرآن کی اسی آیت نے بتا دیا کہ اللہ سود سے حاصل ہونے والے مال کی برکت و خیر مٹا دیتے ہیں؛ جب کہ صدقہ کرنے والے کے مال کو اور اس کی برکت کو بڑھا دیتے ہیں، کیفیات کافرق یہ ہوتا ہے کہ صدقہ دینے والے کو متنوع اعمال خیر کی توفیق عطا ہوتی ہے اور سود خور بالعموم محرومی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا:

الرِّبَا وَانْ كَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهُ تَصِيْرُ الْمِي قَالِ (ابن ماجہ/ ۱۶۵،

المستدرک: ۳/۲)

ترجمہ: ”سود کا مال اگر چہ بڑھ جائے؛ مگر اس کا انجام ہمیشہ بے برکتی اور کمی کی شکل میں سامنے آتا ہے۔“
سود خور کے مال میں سود کی وجہ سے بظاہر کتنا ہی اضافہ کیوں نہ نظر آتا ہوں لیکن:

(۱) سود خور کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔

(۲) ایسے مال میں عام طور سے آفتیں لاحق ہوتی ہیں، ناجائز مصارف میں خرچ ہو جاتا ہے یا کسی

ناگہانی آفت و حادثے کی نذر ہو جاتا ہے۔

(۳) سود خور مال کے اصل فوائد یعنی عزت و راحت سے محروم رہتا ہے، اسے اسباب راحت چاہے

جس قدر حاصل ہو جائیں، حقیقی راحت و اطمینان و سکون کی کیفیات حاصل نہیں ہوتیں، پھر اس کی طبیعت

میں سودخوری کی وجہ سے شقاوت، تنگ دلی، بزدلی، مجنونانہ حرص و ہوس اور دناءت اور بے رحمی کے جرائم جڑ پکڑ لیتے ہیں، جس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ دوسروں کے دلوں میں اس کی کوئی قدر و منزلت اور عزت و مقام باقی نہیں رہ جاتا۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(آل عمران / ۱۳۰)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو“ اس آیت میں زمانہ جاہلیت میں مروج سود کی ایک خاص صورت کا ذکر بطور مثال ہے، ورنہ سود کی حرمت کا حکم عام ہے، وہ کئی گنا بڑھا چڑھا کر ہو یا نہ ہو۔

سود کی حرمت و شناعیت سے متعلق سے احادیثِ نبویہ میں بہت مواد موجود ہے، بخاری و مسلم کی ایک روایت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سات ہلاک و برباد کرنے والی چیزوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور ان سات چیزوں میں شرک، جادو، قتل ناحق، میدان جنگ سے فرار ہونا، تہمت طرازی، یتیم کا مال ناحق کھانے کے ساتھ سودخوری کا ذکر صریح الفاظ میں آیا ہے۔ (بخاری / ۱: ۳۸۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں:

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْلَ الرِّبَا وَمُوكَلَّهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدِيهِ،

وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ (مسلم: ۲/۲)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے، اور سود پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا: یہ سب گناہ میں برابر ہیں“

حضرت ابو ہریرہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہیں کریں گے اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے: (۱) عادی شربابی (۲) سود کھانے والا (۳) ناحق یتیم کا مال اڑانے والا (۴) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔ (المستدرک: ۲/۳۷)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی حدیث نبوی میں سخت وعید آئی ہے:

الربا ثلاث وسبعون بابا، أيسرها مثل أن ينكح الرجل

أمة (المستدرک: ۲/۳۷)

”سود کے وبال تہتر قسم کے ہیں، ان خرابیوں میں سے ادنیٰ اور کمتر قسم ایسی ہے، جیسے کوئی شخص (معاذ

اللہ) اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرے“

حضرت عبد اللہ بن سلامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

الدرهم يصيبه الرجل من الربا أعظم عند الله من ثلاثة وثلاثين زنية ينهافى

الاسلام (أيضاً)

”ایک درہم کوئی سود سے حاصل کرے، اللہ کے نزدیک مسلمان ہونے کے باوجود ۳۳ بار زنا کرنے

سے بھی زیادہ شدید جرم ہے“

دوسری روایت میں وارد ہوا:

الربا اثنان وسبعون حوبا، اصغرها حوبا كمن أتى أمة في الإسلام، ودرهم

من الربا أشد من بضع وثلاثين زنية (شعب الايمان للبيهقي: ۲/۳۹۲)

”سود کے بہتر گناہ ہیں، ان میں سب سے چھوٹا گناہ اس شخص کے گناہ کے برابر ہے، جو مسلمان ہو کر

اپنی ماں سے زنا کرے اور ایک درہم سود کا گناہ کچھ اوپر ۳۰ زنا سے زیادہ بدتر ہے“

حضرت حنظلہ (شہید اسلام، جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا) کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں:

درهم ربا يأكله الرجل وهو يعلم أشد من ستة وثلاثين زنية (مسند أحمد:

۵/۶۹، مجمع الزوائد: ۴/۱۱۷)

”سود کا ایک درہم جسے کوئی جانتے ہوئے استعمال کر لے ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ شدید جرم ہے“

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شبِ معراج میں

جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اوپر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اچانک گرج، بجلی اور کڑک

محسوس کی، پھر ایک ایسی قوم پر میرا گزر ہوا جن کے پیٹ بڑے بڑے مکانوں جیسے تھے، جن میں سانپ

بھرے ہوئے تھے، جو باہر صاف طور سے نظر آ رہے تھے، میں نے جبرئیل سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟

انھوں نے بتایا: یہ سود خور لوگ ہیں۔ (ابن ماجہ: ۱۶۴، مسند احمد: ۲/۲۵۶)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

ما ظاهر فی قوم الزنا والربا الا أحلوا بأنفسهم عذاب اللہ (مجمع

الزوائد: ۴/۱۱۸)

”جس قوم میں زنا اور سود پھیل گیا انھوں نے یقیناً اللہ کا عذاب اپنے اوپر اتار لیا۔“

حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

ای أراد اللہ بقوم هلاكا فشافيهم الربا (مسند الفردوس الدیلمی:

۲/۲۱۳)

”جب اللہ کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ان میں سود پھیل جاتا ہے۔“

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ایک حدیث میں انتہائی چشم کشا حقیقت کا بیان ہے:

لیأتین علی الناس زمان لا یبقی منهم أحد الا أکل الربا، فمن لم يأكل أصابه

من غبارہ (ابن ماجہ)

”ایک زمانہ ضرور ایسا آئے گا کہ کوئی بھی سود سے نہ بچ سکے گا اور کوئی شخص سود خوری سے بچ بھی گیا تو

بھی سود کے دھوئیں اور غبار سے نہیں بچ سکے گا۔“

مذکورہ احادیث اور بطور خاص اس حدیث کے تناظر میں ہم اگر موجودہ صورتِ حال کا تجزیہ کریں تو

واضح ہوتا ہے کہ محتاط اندازے کے مطابق اٹھانوے فیصد افراد سود کی لعنت میں گرفتار ہیں، پورا تجارتی نظام

سود پر منحصر ہو چکا ہے، دونی صد باتونینق بندے ایسے ہیں جو سود خوری سے بچے ہوئے ہیں؛ لیکن سودی نظام

کی زنجیر نے عالمی معیشت و تجارت کو اس طرح جکڑ رکھا ہے اور سماج میں سود اس طرح سرایت کر گیا ہے کہ

ان باتونینق اور حلال کاروبار کرنے والوں کا حلال مال بھی پورے طور پر سود کے دھوئیں اور غبار سے محفوظ اور

بچا ہوا نہیں رہ جاتا۔

اب جب کہ دنیا سودی لعنت میں جکڑے ہوئے تجارتی و معاشی نظام کا تجربہ کر چکی ہے اور اس کے

اخلاقی، روحانی، تمدنی، اجتماعی اور معاشرتی نقصانات کا سامنا بھی کر چکی ہے اور اس کے نتیجے میں بار بار مختلف

شکلوں میں آنے والے قہر الہی سے بھی دوچار ہو چکی ہے، دنیا کے لیے سود سے بالکل پاک اسلامی نظام

معیشت (جو تمام انسانی طبقات کے لیے سراپا رحمت و خیر ہی ہے) کو اپنانے کے سوا کوئی اور متبادل اور چارہ کار باقی نہیں بچا ہے۔

سود کی مناسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی پوری ملت کے لیے انتہائی فکر انگیز ہے:

ان من أربى الربوا الاستطالة في عرض المسلم بغير حق (أبو داؤد: کتاب الأُدب)

”سب سے بڑا سود یہ بھی ہے کہ کوئی کسی مسلمان کی آبرو پر ناحق دست درازی کرے۔“

مزید ارشاد ہوا:

ان أربى الربا عرض الرجل المسلم (المستدرک: ۲/۳)

”بلاشبہ بدترین سود کسی مسلمان کی آبروریزی ہے۔“

واضح ہو کہ کسی مسلمان کی عزت و آبرو سے کھلواڑ، بے جا تہمت طرازی، ناحق دست درازی اسی سود کا ایک حصہ ہے جس کو ماں کے ساتھ زنا سے بدتر اور خدا کے غضب و عذاب کا موجب بتایا گیا ہے۔

بے حیائی کا سیلاب بلاخیز

بے حیائی، بے پردگی اور بدکاری کی لعنت اللہ کے قہر و عذاب کو دعوت دیتی ہے، شریعت نے حیا اور پردے کا انتہائی معقول نظام انسانیت کو دیا ہے اور ہر وہ سوراخ بند کر دیا ہے، جہاں سے بے حیائی کے جراثیم ابھر کر آسکتے ہوں، قرآن نے زنا کو صاف الفاظ میں بے حیائی کا عمل، ناپسندیدہ اور برا چلن بتا کر اس کے قبح شرعی، قبح عقلی اور قبح عرفی کا ذکر کیا ہے (النساء/۲۲) اور اسے بے حیائی کا کام اور بری راہ قرار دے کر اس کے قریب تک جانے سے منع کر دیا ہے (الاسراء/۳۲) اس طرح بے حیائی، بے پردگی اور فحاشی کے تمام قولی، فعلی، تقریری و تحریری، لباسی و تصویری مظاہروں پر کڑی بندش عائد کر دی ہے۔

اس وقت پوری دنیا میں فحاشی کا جو سیلاب بلاخیز آیا اور چھایا ہوا ہے، وہ قریب قیامت کی علامت ہے جس کی پیش گوئی احادیث میں جا بجا فرمائی گئی ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایسی عورتیں کثرت سے ہوں گی جو بظاہر لباس میں ہوں گی؛ مگر لباس اتنا باریک ہوگا اور اس سے جسمانی خدوخال اس درجہ نمایاں ہوں گے کہ درحقیقت وہ برہنہ ہوں گی، وہ خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور مردوں کو اپنی طرف

ماں کریں گی، ایسی عورتیں جنت کی خوشبو سے بھی مرحوم کر دی جائیں گی۔ (مسلم/۳۹۴۱)

بے حیائی کے اس طوفان کے تین اسباب بالکل نمایاں ہیں:

(۱) نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی میں بے انتہا تاخیر (اس کے اسباب کچھ بھی ہوں)

(۲) مخلوط نظام تعلیم و معاشرت

(۳) موبائل اور ٹی وی اور نیٹ کے ذریعہ فحاشی کا فروغ

زنا اور عریانیّت میں مبتلا سماج پر احادیث کے مطابق عذابِ الہی اور امراض و آفات کا نزول ہو کر رہتا ہے، ان آفات سے حفاظت کی تدبیر صرف یہ ہے کہ ملت کا ہر فرد خود بھی عفت مآب بنے اور اپنے گھر، خاندان اور سماج کو بے حیائی اور بے حجابی کی لعنت سے پاک کرنے کی مہم میں لگ جائے۔

زکوٰۃ کے تعلق سے عمومی کوتاہی

اسلام کے ارکان میں نماز کے بعد دوسرا مقام ”زکوٰۃ“ کو حاصل ہے، قرآن مجید میں اکثر مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر اور تاکید موجود ہے، یہ وہ فریضہ ہے جسے اسلام میں ستون و بنیاد کا درجہ دیا گیا ہے، کسی انسان کے صاحبِ ایمان ہونے کی شناخت کے لیے جو معیار قرآن نے طے کیا ہے، اس میں توحید و رسالت کے اقرار اور نماز کے بعد زکوٰۃ ہی کا ذکر ہے۔ (التوبہ/۱۱)

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کے لیے جو شرطیں متعین فرمائی ہیں، ان میں بھی زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ (الحج/۴۱)

جو لوگ اس فرض کو ادا نہیں کرتے، ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب کی دھمکی قرآن و حدیث میں موجود ہے، دنیا میں بھی اس جرم کی نقد سزا کے طور پر بے برکتی، مال کا غلط مصارف میں ضیاع اور نقصان جیسی آفات مسلط کر دی جاتی ہیں۔

ممتاز عالم دین حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے تحریر فرمایا ہے:

”زکوٰۃ و صدقات کی برکت سے مال کا بڑھنا اور ان کے روکنے کی نحوست سے مال کا گھٹنا ایک ایسی روشن حقیقت ہے جس سے کسی منصف مزاج کا فر کو بھی مجال انکار نہیں؛ مگر افسوس رنگ و بو کی ظلمت نے آج کے مسلمان کی نظر سے اس روشن اور چمکتی حقیقت کو بھی اوجھل کر دیا، اس مسلمان معاشرے میں کتنے

مسلمان ہیں جو فریضہ زکوٰۃ کے تارک ہیں، انہیں اپنے مال کا چالیسواں حصہ نکالنا گوارا نہیں؛ مگر دوسری طرف یہ گوارا ہے کہ امراض ناگہانی آفات و حوادث یا ناجائز مصارف میں اس سے بھی دس گنا زائد مال نکل جائے۔

ذیل میں ایک دشمن اسلام انگریز کا واقعہ درج کیا جا رہا ہے، شاید کسی غافل مسلمان کی آنکھ کھل جائے۔
حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”میں نے اپنے بچپن میں اپنے والد صاحب سے اور دوسرے کئی لوگوں سے بھی یہ قصہ سنا کہ ضلع سہارنپور میں قصبہ بھیٹ سے آگے انگریزوں کی کچھ کوٹھیاں تھیں، جن میں ان انگریزوں کے کاروبار ہوتے تھے اور ان کے مسلمان ملازم کام کیا کرتے تھے اور وہ انگریز دہلی کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں میں رہتے تھے، کبھی کبھی معائنہ کے طور پر آ کر اپنے کاروبار کو دیکھ جاتے تھے، ایک مرتبہ اس جنگل میں آگ لگی جو کبھی کبھی مختلف وجوہ سے لگتی رہتی تھی اور وہاں کے باغات و جنگلات کو جلا دیتی تھی، ایک دفعہ اس جنگل میں آگ لگی اور قریب قریب ساری کوٹھیاں جل گئیں، ایک کوٹھی کا ملازم اپنے انگریز آقا کے پاس دہلی بھاگا ہوا گیا اور جا کر واقعہ سنایا کہ حضور سب کوٹھیاں جل گئیں، آپ کی بھی جل گئی، وہ انگریز کچھ لکھ رہا تھا، نہایت اطمینان سے لکھتا رہا، اس نے التفات بھی نہیں کیا، ملازم نے دوبارہ زور سے کہا کہ حضور سب جل گیا، اس نے دوسری دفعہ بھی لا پرواہی سے جواب دے دیا کہ میری کوٹھی نہیں جلی اور بے فکری سے لکھتا رہا، ملازم نے جب تیسری دفعہ کہا تو انگریز نے کہا کہ میں مسلمانوں کے طریقہ پر زکوٰۃ ادا کرتا ہوں؛ اس لیے میرے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، وہ ملازم تو جواب دہی کے خوف کے مارے بھاگا ہوا گیا تھا کہ صاحب کہیں گے کہ ہمیں خبر بھی نہیں کی، وہ انگریز کی اس لا پرواہی سے جواب سن کر واپس آ گیا، آ کر دیکھا تو واقعی سب کوٹھیاں جل چکی تھیں؛ مگر انگریز کی کوٹھی باقی تھی۔

فائدہ:- اللہ کی شان کہ اسلامی احکام پر عمل کر کے غیر مسلم تو فائدہ اٹھائیں اور ہم لوگ زکوٰۃ ادا نہ کر کے اپنے مالوں کو نقصان پہنچائیں، کہیں چوری ہو جائے، کہیں ڈاکہ پڑ جائے، کہیں کوئی آفت مسلط ہو جائے۔ (سود خور سے اللہ اور اس کے رسول کا اعلان جنگ / ۱۲-۱۳، بحوالہ آپ بیتی: ۲/ ۸۸)

اس سے آگے بڑھ کر دیکھا جائے، اگر اجتماعی طور پر کسی معاشرے یا خطے میں زکوٰۃ کا اہتمام ختم ہونے لگتا ہے، لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے لا پرواہ ہو جاتے ہیں، یا پائی پائی کے مطلوب حساب کے بجائے

تخمینی طور پر زکوٰۃ ادا کر دیتے ہیں، تو ان کوتاہیوں کا وبال اجتماعی وبال و آفت (مثلاً قحط سالی و دیگر حادثات) کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، آج یہی صورتِ حال سامنے ہے، احادیث کی صراحت کے مطابق ایک دور ایسا آئے گا کہ زکوٰۃ کوتاواں اور بوجھ سمجھا جائے گا، آج کا منظر نامہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔

ہمیں زکوٰۃ کے تعلق سے عمومی کوتاہی کے اس پہلو کو ضرور پیش نظر رکھ کر اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور پوری ملت کا یہ مجموعی مزاج بننا چاہیے کہ ہر صاحبِ نصاب شریعت کے اصول کے مطابق مکمل حساب کے بعد زکوٰۃ کی رقم نکالے اور واقعی مستحقین تک اسے پہنچائے۔

حاصل یہ ہے کہ اجتماعی عذاب کا باعث بننے والی مذکورہ تینوں چیزوں: (۱) سود خوری کی وبائے عام، (۲) بدکاری اور بے حیائی کا سیلاب بلاخیز، (۳) زکوٰۃ کے تعلق سے عمومی کوتاہی سے امت کا ہر فرد بہ صدق قلب تائب ہو اور مستقبل میں کبھی ان لعنتوں کے قریب نہ جانے کا پختہ عہد کرے، قرآنی بیان کے مطابق اللہ کی رحمت اور آفتوں سے حفاظت نیکوکاروں ہی کے قریب ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ کی دیانت و احتیاط کے دو واقعات

(۱) امام مسہر بن عبد الملک فرماتے ہیں کہ ایک شخص کپڑا لایا اور امام صاحبؒ کے ہاتھ فروخت کرنا چاہا، آپؒ نے پوچھا اس کی کتنی قیمت ہے؟ وہ بولا ایک ہزار، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کی قیمت اس سے بدرجہا زیادہ ہے حتیٰ کہ آٹھ ہزار پر ان کا معاملہ طے ہوا۔

(۲) ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ کے ایک تلمیذ (شاگرد) نے آپؒ کی غیر موجودگی میں مدینہ منورہ کے ایک رہائشی کے ہاتھ چار سو درہم کا گرم کپڑا غلطی سے ایک ہزار درہم میں بیچ دیا، امام صاحبؒ کو جب اس معاملہ کا علم ہوا تو شاگرد کو سخت تنبیہ فرمائی اور اس کو دکان کے سلسلے سے الگ کر دیا، اور اس خریدار کا حلیہ پوچھ کر اس کے پیچھے ہو لیے، جب اس شخص سے آپؒ کی ملاقات ہوئی تو کافی اصرار اور تکرار کے بعد چھ سو درہم اسے واپس کر دیے اور کپڑا اس کے پاس چھوڑ کر پھر کوفہ لوٹ کر آئے، چنانچہ امام موثقؒ لکھتے ہیں

"فرد علیہ ست مائة و ترک علیہ الثوب و رجع الی الکوفۃ۔"



مولوی لئیق احمد نعمانی

معاون شعبہ تصنیف و تالیف

جامعہ دارالتقویٰ لاہور

مسکراہٹ اور اس کے آداب

ہنسی مزاح بھی انسانی زندگی کا ایک خوش کن عنصر ہے جس کے باعث انسان اپنی طبیعت میں خوشی و فرحت محسوس کرتا ہے اور غم و پریشانی کو بھول جاتا ہے۔ ہنسی مزاح بزرگی کے خلاف نہیں بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بزرگ وہ انسان ہوتا ہے جو بالکل خاموش اور ہر وقت اللہ اللہ کرتا ہو اور کبھی کسی سے کوئی مزاح وغیرہ نہ کرے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ خوش طبع اور ہنس مکھ ہونا انسانی فطرت کا تقاضا ہے جو بزرگی کے منافی نہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ خود ہنس مکھ اور خوش طبع تھے۔ حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ ہنس مکھ اور خوش طبع تھے۔ حضرت مرہؓ کے والد فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کو زیادہ ہنسی آتی تو آپ ﷺ اپنا دست مبارک منہ پر رکھ لیتے۔ (کنز العمال، جلد 7 صفحہ نمبر 140)

آپ ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ کسی دوسرے مسلمان کو دیکھ کر مسکرانا بھی صدقہ ہے۔ (ترمذی) ہمارے پیارے نبی ﷺ کے بارے میں حضرت جریر بن عبداللہ الجلیؓ بیان کرتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ جب بھی مجھے دیکھتے تو مسکراتے تھے“ (شاکل ترمذی) پھر اگر کسی بلند پایہ اور مقدس شخصیت کی طرف سے چھوٹی اور معمولی حیثیت کے کسی آدمی کے ساتھ ہنسی مزاح کا برتاؤ ہو تو وہ اس کیلئے ایسی مسرت اور عزت افزائی کا باعث ہوتا ہے جو کسی اور طرح حاصل نہیں

کی جاسکتی۔ چنانچہ احادیث مبارکہ میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مزاح کے کوئی بات ارشاد فرمائی یا کوئی کام کیا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما دیجئے کہ حق جل شانہ مجھے جنت میں داخل فرما دے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہو سکتی، وہ عورت روتی ہوئی لوٹنے لگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس سے کہہ دو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی، بلکہ حق تعالیٰ جل شانہ، سب اہل جنت عورتوں کو نو عمر کنواریاں بنا دیں گے۔ (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی صفة مزاح رسول اللہ ﷺ ح 6:)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص جنگل کے رہنے والے جن کا نام زاہر بن حرامؓ تھا وہ جب حاضر خدمت ہوتے، جنگل کے ہدایہ سبزی ترکاری وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور وہ جب مدینہ منورہ سے واپس جانے کا ارادہ کرتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہری سامان خورد و نوش کا ان کو عطا فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خصوصی تعلق تھا۔ ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہوئے وہ اپنا کوئی سامان فروخت کر رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پیچھے سے ان کی کوئی ایسی طرح بھری کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکیں، انہوں نے کہا ارے کون ہے مجھے چھوڑ دے؟ لیکن جب کن آنکھوں وغیرہ سے دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو اپنی مکر کو بہت اہتمام سے پیچھے کو کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ملنے لگے (کہ جتنی دیر بھی تلبیس رہے ہزار نعمتوں اور لذتوں سے بڑھ کر ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون شخص ہے جو اس غلام کو خریدے؟ زاہرؓ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے فروخت فرما دیں گے تو کھوٹا اور کم قیمت پائیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! اللہ کے نزدیک تو تم کھوٹے نہیں ہو یا یہ فرمایا کہ بیش قیمت ہو۔ (شمائل ترمذی)

ہمارے اکابر کا طور و طریقہ بھی یہی تھا کہ وہ اپنے متوسلین اور طلبہ کے ساتھ ہنسی مزاح کے طور پر کوئی مزاحیہ جملہ یا واقعہ سنا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انور شاہ کشمیریؒ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دن بخاری شریف کا درس دے رہے تھے عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت تھا۔ اچانک کتاب بند کر دی اور

فرمایا! شمس الدین چلا گیا تو اب کتاب پڑھنے کا کیا فائدہ؟

سب طلباء حیران رہ گئے کہ شمس الدین کون ہے کیونکہ اس نام کا کوئی طالب علم جماعت میں نہیں تھا اور نہ ہی کوئی طالب علم اٹھا تھا۔ ایک طالب علم نے پوچھا تو مسکراتے ہوئے فرمایا: جاہلو! شمس یعنی سورج غروب ہو رہا ہے اب کیا اندھیرے میں سبق پڑھو گے۔ (تقدس انور، صفحہ نمبر 37)

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب (دامت برکاتہم العالیہ) بیابہ مجلسِ نفیس میں حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ کے خوش مزاجی اور مزاح کے عنوان کے تحت یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ:

ایک دفعہ عید کے موقع پر ہم حضرت کی خدمت میں حاضر تھے اور حضرت نہایت خوشگوار موڈ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے اس موقع پر حضرت نے یہ دلچسپ لطیفہ سنایا کہ ”ایک دفعہ لکھنؤ کے ایک نواب نے کسی پنجابی پہلوان کی دعوت کی۔ پہلوان صاحب دعوت میں شرکت کی غرض سے نواب صاحب کے گھر پہنچے۔ نواب صاحب نے پر تکلف دعوت کا اہتمام کر رکھا تھا۔ دعوت میں ہر قسم کی چیزیں موجود تھیں: اتفاق سے میٹھی چیز کوئی نہیں تھی۔ نواب صاحب نے ملازم کو آواز دی (او جمن) جی حضور، ملازم بولتا ہوا آگے بڑھا، نواب صاحب نے ملازم سے کہا کہ بھی دسترخوان پر کوئی میٹھی چیز نہیں ہے جلدی سے میٹھی چیز لاؤ۔ جمن فوراً ہی میٹھی چیز لینے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد نواب صاحب خود سے باتیں کرنے لگے کہ اب جمن نے جوئی پہنی وہ باہر گیا، سڑک پار کی سامنے مٹھائی والے کی دکان سے مٹھائی لی اور واپس چلا اور اب گھر آ گیا او جمن جی حضور جمن بولا۔ نواب صاحب نے پوچھا مٹھائی لے آیا۔ وہ بولا جی ہاں! مٹھائی حاضر ہے۔ پہلوان جی اس سے بہت متاثر ہوئے اور دل میں کہنے لگے کہ ہم بھی انہیں اپنی تیزی اور ملازم کی خدمت میں چا بکدستی اور سلیقہ مندی دکھلائیں گے۔ چنانچہ پہلوان جی نے بھی نواب صاحب کی دعوت کی، نواب صاحب وقت مقررہ پر تشریف لے آئے، کھانا چنا گیا، پہلوان جی نے کہا کہ سب چیزیں موجود ہیں لسی نہیں ہے وہ منگوانی چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ملازم کو آواز دی، اوئے ما جھے! جی پہلوان جی، ما جھا بولا۔ ما جھے جالسی لے آ۔ ہو رو یکھ چھیتی

آئیں۔ ماجھالسی لینے چلا گیا۔ پہلوان جی خود سے باتیں کرنے لگے کہ ماجھا گیا، اس نے جوتی پہنی باہر نکل کر سڑک پار کی۔ سامنے دودھ دہی والے سے لسی لے کر واپس ہوا اب گھر آ گیا۔ اوئے ماجھیا پہلون جی بولے۔ اوئے لسی لے آندی اے۔ ماجھا بولا پہلون جی اے تے جتیاں لبنا پیاں واں۔ (ابھی تو جوتا ڈھونڈ رہا ہوں) یہ لطیفہ سنا کر حضرت بہت ہنسے۔

مسکراہٹ کے آداب:-

رسول اللہ ﷺ نے امت کو اس بارے میں بھی واضح ہدایات دی ہیں کہ ہنسی مزاح جیسے موقعوں پر کیا رویہ اختیار کیا جائے، اس سلسلہ میں آپ کی ہدایات اور تعلیمات یہ ہیں کہ بندہ اپنے فطری، معاشرتی تقاضوں کو وقار اور خوبصورتی کے ساتھ پورا کرے لیکن ہر حال میں اللہ کو اور اس کے ساتھ اپنی بندگی کی نسبت کو اس کے احکامات، اپنے عمل اور رویہ کے اخروی انجام اور آداب کی رعایت کو پیش نظر رکھے چنانچہ مشہور مقولہ ہے:؟؟ با آدب بانصیب بے آدب بے نصیب“

ہنسے تو کیا کیفیت ہو:-

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو کھلکھلا کر ہنستا ہوا کبھی نہیں دیکھا کہ دانت کے جڑے نظر آجائیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو کھلکھلا کر با آواز ہنستا کبھی نہیں دیکھا گیا۔ زیادہ سے زیادہ ایسا تو ہوا کہ کسی عجیب و غریب واقعہ سے متاثر ہو کر ہنسے کہ کچھ دندان مبارک نظر آ گئے۔

علامہ مناوی نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی عادت مسکرانے کی ہی تھی کھلکھلا کر ہنسنے نہیں تھے۔ (حاشیہ جمع الوسائل صفحہ 15)

ہنسی زیادہ آئے تو کیا کیا جائے۔

حضرت مرہؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کو جب ہنسی آتی تھی تو دست مبارک کو منہ مبارک پر رکھ لیتے تھے۔ (کنز العمال جلد 7 صفحہ 14)

ہنسی مزاح کرتے ہوئے بھی جھوٹ نہ بولا جائے۔

جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جھوٹ بولنا مسلمانوں کی شان نہیں اور ایمان اور جھوٹ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے چنانچہ مذاق میں بھی دوسروں کے ہنسانے کو جھوٹ نہ بولو۔ ہاں! ہم ایسی بات کہہ سکتے ہیں جس کے اندر جھوٹ نہ ہو لیکن مزاح بھی ہو جائے۔

لہذا حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور اقدس ﷺ سے درخواست کی کہ کوئی سواری کا جانور مجھے عطا فرما دیا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک اونٹنی کا بچہ تم کو دیں گے، سائل نے عرض کیا کہ حضور ﷺ میں بچہ کیا کروں گا؟ (مجھے تو سواری کے لیے چاہیے) حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔ (شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ ﷺ ج 4)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو ایک مرتبہ مزاحاً ”یا ذلّا ذین“ فرمایا اے دوکانوں والے! (شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ ﷺ ج 1)

اپنے سے بڑے کے ساتھ مزاح:-

آداب کی رعایت رکھتے ہوئے اپنے سے بڑے کے ساتھ بھی مزاح کر سکتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت صہیبؓ چھوہارا کھا رہے تھے اور ان کی ایک آنکھ دکھتی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: صاحب آنکھ تو دکھتی ہے اور چھوہارا کھا رہے ہو۔ انہوں نے مزاحاً جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دوسری طرف سے کھا رہا ہوں، یعنی جس طرف کی آنکھ دکھتی ہے اس ڈاڑھ سے نہیں کھاتا۔

مزاح میں کسی دوسرے مسلمان کی دل آزاری:-

مزاحاً بھی کسی دوسرے مسلمان کی دل آزاری نہ کی جائے۔ آپ ﷺ نے تو ارشاد فرمایا:

المسلم من مسلم المسلمون من لسانہ ویدہ

اور سیدنا وانکہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تو اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کر۔ ورنہ اللہ اس پر رحم فرمائے گا اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔ (ترمذی شریف)

ہنسی مزاح کے باب میں ہم دو چیزوں کی بالکل بھی احتیاط نہیں کرتے۔

1۔ جھوٹ،

2۔ دوسرے مسلمان کی دل آزاری

حالانکہ یہ دونوں ہی کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ آپ ﷺ نے کسی دوسرے مسلمان کی آبروریزی کے بارے میں جتہ الوداع کے موقع پر یہاں تک فرمایا: کہ تمہارے مال، خون یعنی جان اور عزتیں ایک دوسرے کیلئے اس دن، اس شہر، اور اس مہینے کی طرح قابل احترام ہیں۔

ساری بات کا لب لباب یہ ہے کہ انسان کو نہ تو ایسا سخت ہونا چاہیے کہ وہ مسکراتا ہی نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہنسا بھی کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ بے شک! وہ (ہنسنے کے موقع پر) ہنستے بھی تھے لیکن اس وقت بھی ان کے قلوب میں ایمان پہاڑوں سے عظیم تر ہوتا تھا۔ (یعنی ان کا ہنسنا فطین کا سا ہنسنا نہیں ہوتا تھا جو قلوب کو مردہ کر دینا ہے)

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز جس جگہ پڑھتے تھے آفتاب طلوع ہونے تک وہاں سے نہیں اٹھتے تھے، پھر جب آفتاب طلوع ہو جاتا تو کھڑے ہو جاتے اور (اس اثنا میں) آپ ﷺ کے صحابہ زمانہ جاہلیت کی باتیں (بھی) کیا کرتے اور اس سلسلے میں خوب ہنستے اور رسول اللہ ﷺ بس مسکراتے رہتے۔ (صحیح مسلم)

اور نہ ہی ایسا ہو کہ ہر وقت ہنسی مذاق، بیہودہ باتوں اور لغویات میں گزر جائے۔

چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ ہنس رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لذتوں کے توڑ دینے والی چیز کو کثرت سے یاد رکھا کرو۔۔۔

اس موقع پر ناچیز کو حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا واقعہ یاد آ گیا جو مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حوالے سے مولانا نعیم الدین صاحب نے جو اہر پارے کے اندر ذکر کیا۔ ”حضرت یحییٰ علیہ السلام رشتے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماموں لگتے ہیں۔ دونوں پیغمبر ہم عصر تھے، لیکن دونوں کے مزاج میں بڑا فرق تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مزاج میں تبسم تھا۔ آپ اکثر مسکراتے رہتے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مزاج میں گریہ تھا آپ اکثر روتے رہتے تھے۔ حضرت تھانویؒ نے دونوں جلیل القدر پیغمبروں کا ایک دلچسپ واقعہ ذکر فرمایا ہے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کثیر التبسم

تھے (اکثر مسکراتے رہتے تھے) اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کثیر البرکاء تھے (اکثر روتے رہتے تھے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: اے یحییٰ کیا تم خدا کی رحمت سے بالکل ناامد ہو گئے ہو کہ کسی وقت تمہارا روننا ختم نہیں ہوتا، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: اے عیسیٰ کیا تم خدا تعالیٰ کے قہر سے بالکل مامون ہو کہ تم کو ہر وقت ہنسی ہی آتی رہتی ہے،

آخر ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم تم دونوں میں فیصلہ کرتے ہیں کہ اے عیسیٰ جلوت میں (لوگوں کے سامنے) تو ایسے ہی رہو جیسے اب رہتے ہو۔ لیکن خلوت (تنہائی) میں یحییٰ کی طرح گریہ و زاری کیا کرو اور اے یحییٰ خلوت میں تو ایسے ہی رہو جیسے اب ہو لیکن لوگوں کے سامنے کچھ تبسم بھی کر لیا کرو کہ لوگوں کو میری رحمت سے مایوسی نہ ہو جائے کہ جب نبی کا یہ حال ہے تو ہم کو نجات کی کیا امید ہے۔

(جواہر پارے، جلد دوم، صفحہ نمبر 147) از قلم حضرت مولانا نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

تقریب نتائج و تقسیم انعامات

دعوت نامہ



محرم و محرم جناب

السلام بلکیم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہونگے

جامعہ دارالتقویٰ لاہور کے زیر اہتمام مہینہ ابرہات کے ختمی امتحان کے نتائج و تقسیم انعامات کے موقع پر ایک مبارک تقریب منعقد کی جارہی ہے۔ جس میں اکابر علماء کرام و مشائخ عظام دامت برکاتہم تشریف لارہے ہیں۔ آنجناب کو اس بابرکت تقریب میں شرکت کی پر خلوص دعوت ہے۔ آپ کی آمد ہمارے لئے باعث مسرت اور جامعہ دارالتقویٰ کے طلبہ و طالبات کی حوصلہ افزائی کا باعث ہوگی۔

والسلام

اہل شہرئی جامعہ دارالتقویٰ

مورخہ: 16 دسمبر روز اتوار 2018ء

بوقت: صبح 1:00 تا 9:30 بجے

بدر مدرسہ سیدنا علیؑ الہلال مسجد نینو چوہدری پارک لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

03-222-333-224 0321-777-1130 042-37414665 www.darulitaqwa.org

آپ کے مسائل کا حل

فرض نماز کے بعد دعا کا شرعی حکم

فرض نماز کے بعد دعا مانگنا جائز ہے یا ناجائز؟ شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

جواب:

فرض نماز کے بعد دعا مانگنا جائز ہے۔

مروجہ آمین (تکمیل قرآن پاک) کے موقع پر تقریب کرنا

آج کل مروجہ "آمین" جو کہ تکمیل قرآن مجید کے موقع پر ہوتی ہے جس میں باقاعدہ تقریب کا انعقاد کیا جاتا ہے، اور بچہ حافظ تلاوت کرتا ہے اور پھر بیان و نعت وغیرہ ہوتی ہے تو آیا کہ یہ بدعت ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ جس میں باقاعدہ رشتہ داروں کو مدعو کیا جاتا ہے۔

جواب:

ختم قرآن کے موقع پر دعا کرنا اور رشتہ داروں کو بلانا اور کھانا کھلانا یا مٹھائی تقسیم کرنا جائز ہے، لیکن جتنی استطاعت ہو اس کے بقدر کریں اس سے زیادہ نہ کریں، ایک دوسرے کی حرص نہ کریں۔

پراپرٹی ڈیلر کے لیے کمیشن لینے کی صورت

پلاٹ یا گھر یا دکان خریدنے اور فروخت کرنے والے دونوں افراد درمیانی خرید و فروخت میں واسطہ

بننے والے شخص کو معاوضہ (کمیشن) ایک یا دو فیصد ادا کرتے ہیں اور اس کی خبر ان سب افراد کو ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب:

اگر وہ آدمی صرف مالک اور گاہک کو ملاتا ہے پھر سودا مالک اور گاہک آپس میں کرتے ہیں، اس صورت میں اگر دونوں سے اجرت لینے کا رواج ہو تو یہ آدمی دونوں سے اجرت لے سکتا ہے، لیکن اگر وہ مالک کا نمائندہ بن کر خود گاہک سے سودا کرتا ہے تو وہ صرف مالک سے کمیشن لے سکتا ہے، گاہک سے نہیں لے سکتا۔ اسی طرح اگر گاہک کا نمائندہ بن کر مالک سے سودہ کرتا ہے تو صرف گاہک سے لے سکتا ہے۔ غرض جن کی نمائندگی کر رہا ہے صرف اس ایک جانب سے لے سکتا دوسرے سے نہیں۔

ملازم کا اپنے پراپرٹی ڈیلر سے کمیشن لینا

پراپرٹی ڈیلر کے ہاں ایک شخص ملازم ہے اور وہ گاہک لے کر آتا ہے، یا گاہک کو متعارف کروانے یا خرید و فروخت میں واسطہ اور ذریعہ بنتا ہے۔ کیا اس ملازم کے لیے پراپرٹی ڈیلر سے معاوضہ (کمیشن) لینا درست ہے؟

جواب:

پراپرٹی ڈیلر کا ملازم باقاعدہ تنخواہ لیتا ہو یا نہ لیتا ہو (ہر دو صورت) پراپرٹی ڈیلر سے کمیشن لے سکتا ہے۔

سودی بینکوں کو جگہ کرایہ پر دینا

نیشنل بینک یا زرعی بینک کو دکانیں یا زمین کرائے پر دینا کیسا ہے؟

جواب: سودی معاملات کرنے والے بینکوں کو جگہ کرائے پر دینے سے ان کے ساتھ تعاون ہے

احتیاط کیجئے۔

ایڈوانس کی شرعی حیثیت

ایک شخص پلاٹ کرایہ پر دیتا ہے اور کرایہ دار سے بطور سیورٹی کچھ رقم لیتا ہے، تاکہ مستاجر اجارہ پر دی گئی چیز میں اگر کوئی نقصان کر دے تو وہ اس رقم سے اپنا نقصان پورا کر سکے۔ اور ہوتا یہ ہے کہ مستاجر سے

سکیورٹی کے نام سے وصول کی گئی رقم سے مالک نفع بھی اٹھاتا ہے۔ اور جب عقد اجارہ ختم ہوتا ہے تو مستاجر کو یہ رقم لوٹادی جاتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ سکیورٹی کے نام پر مالک کا مستاجر سے رقم لینا جائز ہے؟ اور اگر جائز ہے تو اس رقم سے نفع اٹھانا بھی جائز ہے؟ اور اگر سکیورٹی کے بجائے دو چار ماہ کا کرایہ ایڈوانس لے لیا جائے اور نقصان کی صورت میں اپنا نقصان اس سے پورا کر لیا جائے۔ تو ایسا کرنا درست ہوگا؟ نیز ہر ماہ کا کرایہ بھی ساتھ وصول ہوتا رہے اور آخر میں جو کمی بیشی ہو اس ایڈوانس کے کرایہ سے پوری کر لی جائے اور باقی واپس لوٹا دی جائے۔ براہ کرم مذکورہ مسئلہ میں شرعی حکم بیان کر دیں اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب:

مذکورہ دونوں صورت میں پیشگی رقم بطور سکیورٹی لینا جائز ہے اور دونوں صورتوں میں وہ پیشگی رقم مالک دکان یا مکان کے پاس بطور امانت ہوگی، اور ہماری تحقیق میں اس رقم کو استعمال کرنا ناجائز ہوگا۔ اور اگر مالک دکان یا مکان اس رقم کو خود استعمال کرے گا تو وہ رقم اب اس کے ذمے قرض بن جائے گی اور اس پر قرض کے احکام جاری ہوں گے۔

گنجه پن کی وجہ سے وگ فکس کروانے کا حکم

سوال: سر پر گنجه پن کی وجہ سے جو بالوں کی وگ فکس کروائی جاتی ہے، کیا اس حالت میں ہمارا غسل ہو

جاتا ہے؟

اس کی تفصیل یہ ہے کہ: سر کے بالوں کو موٹی مشین سے مونڈھنے کے بعد جو چھوٹے چھوٹے بال رہ جاتے ہیں، وگ کے اندر گولائی میں ایک انچ کی پٹی ہوتی ہے، اس پر گم یا پیسٹ لگا کر ان بالوں پر چپکا دی جاتی ہے۔ اور جس طرح بال بڑھتے رہتے ہیں، یہ وگ بھی اوپر اٹھتی رہتی ہے۔ ڈیڑھ دو ماہ کے بعد جب بال زیادہ بڑھ جاتے ہیں تو پھر سے یہی عمل دوبارہ کیا جاتا ہے۔ اس وگ کو لگوانے کے بعد ہمارا غسل ہو جاتا ہے یا پھر بھی ناپاک ہی رہتے ہیں۔ جو بال جلد کے اندر ڈالے جاتے ہیں، یہ اس سے مختلف ہے۔ یہ ایک پوری بالوں کی وگ ہے، جو سر کے بالوں پر چسپاں کی جاتی ہے۔

جواب: ایسی وگ جس میں انسانی بال استعمال کیے گئے ہوں اور اسے کچھ عرصے کے لیے چپکا دیا

جائے، اس کا استعمال جائز نہیں۔ کیونکہ:

- 1: اس میں کسی دوسرے انسان کے بالوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔
- 2: انسانی بالوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔
- 3: جھلی کے نیچے اصل بالوں تک Liquid کی وجہ سے پانی نہیں پہنچتا، اس لیے فرض غسل ادا نہیں ہوتا۔

4: اگر پورے سر پر جھلی لگی ہو تو وضو میں سر کے مسح کا فرض ادا نہیں ہوتا۔

- 5: اگر چوتھائی سر کی مقدار کے برابر سر پر جھلی نہ لگی ہو تو اگرچہ اس پر فرض ادا ہو جائے گا، لیکن مسح کی سنت (کہ پورے سر پر مسح کیا جائے، اس) سے مستقل محرومی رہے گی۔ (ماخوذ: از مریض و معالج)

سوتی جرابوں پر مسح

ہم امریکہ میں ایک سال کے لیے جماعت کے ساتھ گئے ہوئے ہیں۔ وہاں ایک مسجد میں دوسرے دن ہم نے امام صاحب کو سوتی جرابوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ کہ جو نمازیں گزر چکیں ان کا ہم کیا کریں؟ نیز دوبارہ ایسی کوئی صورت حال پیش آئے تو ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

جواب:

باریک سوتی جرابیں جو آجکل رائج ہیں، ان پر مسح کرنا نہ تو کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے، اور نہ ہی صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ اور جمہور امت میں سے کسی سے ثابت ہے۔ ایک دو احادیث جو اس بارے میں ذکر کی جاتی ہیں وہ احادیث صحت کے درجے کو نہیں پہنچتیں۔

لہذا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں جس کے بارے میں آپ کو معلوم ہے کہ اس نے باریک جرابوں پر مسح کیا ہے۔ جو نمازیں اس طرح پڑھ لیں ہیں ان کا اعادہ کریں، اور آئندہ بھی اگر مجبوری میں پڑھنی پڑ جائیں تو ان کا بھی اعادہ کر لیں۔



حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

اعمال قرآنی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے قرآن مجید میں بیان کی گئی انبیاء کرام کی دعاؤں، پریشانیوں کے حل کے لئے قرآنی وظائف اور ہمہ اقسام روحانی و جسمانی امراض سے شفا یابی کے لئے کلام اللہ میں بیان کئے گئے نسخجات کو یکجا کر کے ایک کتاب ”اعمال قرآنی“ کے نام سے مرتب کی تھی جس میں مصیبت زدہ عوام اور پریشان حال افراد کے دکھوں اور مصیبتوں کا قرآن مجید کی روشنی میں حل موجود ہے۔ آپ بھی کامل یقین کے ساتھ ان پر عمل کر کے اپنی پریشانیوں سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔

دوزخ سے نجات:

حَمِّمٌ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝

حَمِّمٌ تَنْزِيلُ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

حَمِّمٌ عَسَقٌ ۝

حَمِّمٌ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝

حَمِّمٌ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَرَّكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۝

حَمِّمٌ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝

حَمِّمٌ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝

خاصیت: جو شخص ان ساتوں لحم کو پڑھا کرے گا اس پر دوزخ کے ساتوں دروازے بند ہو جائیں گے۔

اولاد فرماں بردار ہو:

وَاصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۙ اِنَّيْٓ اَتَيْتُكَ وَ اِنَّيْٓ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

خاصیت: جس کی اولاد نافرمان ہو وہ اس آیت کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ اولاد

صالح ہو جائے گی۔ پڑھنے کے وقت ذُرِّيَّتِي کے لفظ پر اپنی اولاد کا خیال رکھے۔

جامعہ کے شب و روز

☆ جامعہ دارالتقویٰ اور مدرسہ فاطمۃ الزہراء کے خماسی امتحان کے نتائج و تقسیم انعامات کی تقریب 16 دسمبر بروز اتوار بمقام الہلال جامع مسجد و مدرسہ دارالتقویٰ چوہدری لاہور میں صبح 9.30 تا 1 بجے منعقد ہوگی۔ جس میں جامعہ ہذا اور اس کی شاخوں کے خماسی امتحان اور تقویٰ بوائز ہائی اسکول کے نہم، دہم کے سالانہ امتحانات میں نمایاں درجات میں کامیابی حاصل کرنے والے بنین و بنات کو انعامات سے نوازا جائے گا۔ تقریب کے مہمانانِ خصوصی ولی کامل حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب آف راولپنڈی ناظم و فاق المدارس پنجاب و مہتمم دارالعلوم فاروقیہ راولپنڈی ہوں گے۔ قارئین کرام کو شرکت کی دعوت ہے خواتین کے لئے پردے کا انتظام ہوگا۔

☆ ماہ نومبر اہل پاکستان پر بالخصوص اور عالم اسلام پر بالعموم بہت بھاری گزرا۔ امت کو عظیم عالمی شخصیات کے سانحہ ارتحال کا غم سہنا پڑا۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، حاجی عبدالوہاب صاحب اور تبلیغی مرکز راینونڈ کے امام و خطیب جامعہ عربیہ تبلیغی مرکز کے استاذ الحدیث اور حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب کے دیرینہ ساتھی حضرت مولانا محمد جمیل صاحب نور اللہ مرقمہ کی رحلت ایک بڑا سانحہ ہے۔ جامعہ ہذا میں مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے خصوصی طور دعاؤں، تلاوت اور اذکار کا اہتمام کیا گیا۔ تمام قارئین، محبین، مکرین اور معتقدین سے بھی ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔



محمد حقیق حنفی مقیم حال دیوبند

آہ! حاجی عبدالوہابؒ

فکر امت کا وہ میر کارواں جاتا رہا
دعوت و تبلیغ کا روح رواں جاتا رہا
گلستانِ دعوت و تبلیغ سونا چھوڑ کر
بارغ علم و معرفت کا باغبان جاتا رہا
فیض الیاسی براہِ راست جسکو تھا ملا
آہ یارو! آج وہ فخرِ زماں جاتا رہا
کیسے آئے صبرِ ہجر و فرقتِ وہاب پر
ہم سبھی کو دے کے وہ دردِ نہاں جاتا رہا
کیسے ہوگا پُرِ خلا جو، ان کی رحلت سے ہوا
اہلِ دین کا تھا جو مثلِ استخوان جاتا رہا
فکرِ اصلاحی عمل میں وقف کی جس نے حیات
ہم سبھی کو کر کے وہ محوِ نفاں جاتا رہا
نارِ دوزخ سے ڈریں اور راہِ جنت پر چلیں
درس یہ دے کر وہ سب کو، مہرباں جاتا رہا
جامعِ اخلاقِ عالی پیکرِ لطف و کرم
آج ہم سب کا وہ مخلصِ قدرداں جاتا رہا
کارنامے، مشعلِ راہِ وفا جس کے ہوئے
چھوڑ کر وہ اپنا اسمِ جاوداں جاتا رہا
جس کو حاصل تھا قبولِ عام وہ مردِ شفیق
ہو کے رخصت آج ہم سے خوش بیاں جاتا رہا
ہر کسی کو اپنے سینے سے لگا کر وہ رقیق
مہر و الفت کی سنا کر داستاں جاتا رہا





دینی مسائل کے حل اور سوالات کے جوابات کے لیے
دارالافتاء جامعہ دارالتقویٰ کی طرف سے واٹس ایپ پر

مستند مفتی حضرات کا ایک پینل

آن لائن

03004113082

اوقات کار: صبح 8 تا نماز عشاء



جامعہ دارالتقویٰ کی جانب سے

واٹس ایپ (whatsapp) پر

دینی معلومات کا سلسلہ

جاری ہے۔

آپ بھی اپنے واٹس ایپ پر دینی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

دینی معلومات حاصل کرنے کے لیے

اپنے واٹس ایپ سے RINFO لکھ کر 03222333224 پر بھیجیں۔

اعلان
داخلہ

جامعہ دارالتقویٰ لاہور کے زیر اہتمام



شعبہ

حفظ

میں

داخلہ جاری ہے۔

ممتاز تعلیمی خصوصیات

- ★ دو سے اڑھائی سال میں مکمل حفظ قرآن
- ★ لہجے کی عمدگی اور تلفظ کی درستگی پر خاص توجہ دیا جاتی ہے
- ★ سرپرستوں سے وقتاً فوقتاً خصوصی مشاورت
- ★ دین کے بنیادی عقائد، مسائل نماز، روزہ وغیرہ
- ★ بچوں کا دینی تشخص قائم کرنے کیلئے نظریاتی اور اصلاحی تربیت
- ★ تجربہ کار اور مستند قاری صاحبان
- ★ ہر سہ ماہی کے مکمل ہونے پر نگران جائزہ
- ★ ہر کلاس میں مناسب تعداد
- ★ مارپیٹ سے پاک تربیتی ماحول
- ★ ہر بچے کی روزانہ کارکردگی رپورٹ

03078841108
03240043241

0333-2529837

03244970533

042-35961794, 0321-3867194

بانا پور

ہادی ہاٹ

سری شارجہ

ازمیر ٹاؤن

042-37414665, 0333-4312039, 0321-7771130

0301-4506365

042-37940830, 0300-6896662

042-37940830, 0300-6896662

چوہدری

نیر ذہن پور

شاہدہ